جمال الحق بندگی شیخ مصطفےٰ عثمانی جون پوری ثم پورنوی
کے چند علمی و روحانی فارسی مکتوبات کا گراں قدر مجموعہ

مکتوباتِ جمالی



تصنیف

جمال الحق بندگی شیخ مصطفےٰ عثمانی جونپوری ثم پورنوی

ترجمہ

پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق داناپوری

جمال الحق بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی جون پوری ثم پورنوی
کے چند علمی وروحانی مکتوبات کا گراں قدر مجموعہ

مکتوبات جمالی

تصنیف

جمال الحق بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی جون پوری ثم پورنوی

ترجمہ

پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق

ناشر

شاہ عبدالعلیم آسی فاؤنڈیشن، دہلی

(سلسلۂ مطبوعات:۱۹)

نام کتاب	:	مکتوبات جمالی
تصنیف	:	جمال الحق بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی
اردو ترجمہ	:	پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق
سنہ اشاعت	:	اگست ۲۰۱۸ء/ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ
صفحات	:	۱۲۰
تعداد	:	چھ سو(۶۰۰)
قیمت	:	Rs.100/=
ناشر	:	شاہ عبدالعلیم آسی فاؤنڈیشن، دہلی

Book Name	:	Maktoobaat-e-Jamali
Written by	:	Bandagi Sheikh Mustafa Usmani
Translated by	:	Prof. Syed Shah Talha Rizvi Barque
Pages	:	120
Published in	:	August 2018
Published by	:	Shah Abdul Aleem Aasi Foundation, Delhi
Price	:	Rs:100/=

ملنے کے پتے:

● خانقاہ رشیدیہ، محلہ میر مست، جون پور، یوپی	05452-267198
● خانقاہ مصطفائیہ، درگاہ شریف چمنی بازار، پورنیہ سیٹی، بہار	09470490688
● خانقاہ طیبیہ معینیہ، درگاہ شریف منڈواڈیہہ، بنارس، یوپی	09911239401
● خانقاہ تکیہ حیدری، بہمن برہ شریف، سیوان، بہار	08084701751
● خانقاہ علیمیہ، محلہ نورالدین پورہ، غازی پور، یوپی	09450427001
● انجمن بہارِ ہند، بائسی، پورنیہ، بہار	09199603011
● آسی فاؤنڈیشن، R-197 چوتھی منزل، 20 فٹ روڈ، جوگابائی ایکسٹینشن، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی	09911239401
● برکاتی بک سینٹر، 64/A گلی نمبر 8 سرسید روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی	09990261528

انتساب

مصنف کتاب، جمال الحق بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی جون پوری ثم پورنوی

کے

شیخ کامل

قطب الواصلین حضرت بندگی شیخ محمد بن نظام الدین امیٹھوی

اور

مرشدین گرامی

قدوۃ الکبریٰ، حضرت شیخ قیام الدین جون پوری

قطب وقت، حضرت شیخ نظام الدین نارنولی

زبدۂ اولیا، حضرت شیخ فتح اللہ راج گیری وغیرہم

کے نام

مصنف کتاب: ایک نظر میں

نام	:	شیخ مصطفیٰ عثمانی
کمالات	:	عالم، فقیہ، صوفی، عارف، شاعر، مصنف، صاحب ولایت سدھور، صاحب ولایت پورنیہ وغیرہ
مقام ولادت	:	سکلائی، ضلع لکھنؤ، یوپی
سنہ ولادت	:	۹۷۰ھ (تقریباً)
لقب	:	قطب الاولیاء، جمال الحق
عرف	:	حضرت بندگی
تخلص	:	مہوشی
نسب	:	عثمانی
والد گرامی	:	شیخ عبدالحمید عثمانی
مورث اعلیٰ	:	مخدوم شیخ یخشیٰ عثمانی رومی
تعلیم	:	ابتدائی تعلیم امیٹھی میں حاصل کی اور تکمیل شیراز ہند جون پور میں فرمائی۔
اساتذہ	:	بندگی شیخ محمد بن نظام الدین امیٹھوی، شیخ قیام الدین جون پوری
عقد مسنون	:	جون پور میں شیخ نور برونوی کی دختر سے ہوا۔
اولاد امجاد	:	شیخ محمد سعید عثمانی جون پوری ثم پورنوی، شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری، شیخ محمد ولید عثمانی جون پوری
بیعت وارادت	:	بندگی شیخ محمد بن نظام الدین امیٹھوی
سلسلۂ طریقت	:	چشتیہ نظامیہ
خلافت واجازت	:	بندگی شیخ محمد بن نظام الدین امیٹھوی، شیخ قیام الدین جون پوری، شیخ فتح اللہ راج گیری، شیخ نظام الدین نارنولی وغیرہ۔
قیام جون پور	:	فراغت تعلیم کے بعد موضع برونہ، ضلع جون پور میں مقیم ہوئے۔

ولایت سدھور : شیخ نظام الدین نارنولی، شیخ عبد الجلیل سدھوری، شیخ ناصر سدھوری، قاضی مبارک سدھوری جیسے کبار علما و مشائخ نے آپ کو سدھور کی ولایت عطا کی۔

ولایت پورنیہ : قطب عالم مخدوم شیخ نور پنڈوی نے پورنیہ کی ولایت بخشی اور جون پور سے ہجرت کر کے پورنیہ کی مسند ولایت پر فائز ہوئے۔

اقامت پورنیہ : مخدوم شیخ نور قطب عالم پنڈوی کے حسب ارشاد جون پور سے پورنیہ پہنچے اور اقامت کے لیے محلّہ چمنی بازار کو اختیار فرمایا۔

قیام خانقاہ : پورنیہ تشریف لانے کے بعد یہاں ''خانقاہ مصطفائیہ'' کے نام سے خانقاہ قائم فرمائی اور دعوت وارشاد میں مصروف ہوئے۔

ممتاز خلفا : شیخ عثمان امیٹھوی ثم پورنوی، شیخ محمد رشید جون پوری، شیخ محمد رفیع پورنوی

ممتاز مریدین : شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری، شیخ محمد صدیق بنگالی، شیخ رکن الدین پورنوی، نواب مروت خاں، نواب الہ یار خاں وغیرہ۔

تصانیف : تصنیفات میں ''مکتوبات جمالی'' قابل ذکر ہے۔

معاصر علما و مشائخ : شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ احمد سرہندی، مخدوم شاہ طیب بنارسی، راجی سید شاہ احمد بن مجتبیٰ مانک پوری، شیخ جمال الاولیاء کوڑوی، شیخ افضل جون پوری، شیخ عبد القدوس قلندر جون پوری، شیخ شہباز بھاگل پوری، شیخ نظام الدین تھانیسری، شیخ تاج الدین سنبھلی وغیرہ۔

خدمات : آپ نے علمی ودینی، اخلاقی و روحانی، سماجی ومعاشرتی متعدد میدانوں میں اپنی گراں قدر خدمات پیش کیں، سدھور اور پورنیہ جیسے ملک کے دو بڑے خطوں کی ولایت سنبھالی اور تبلیغ وارشاد کا کام سرانجام دیا، تربیت وتزکیہ کے ذریعے صاحب فضل وکمال خلفا و مریدین پیدا کیے، مکتوبات جمالی رقم فرما کر مسائل تصوف کی توضیح وتشریح فرمائی اور سالکین کو ایک دستور العمل مہیا فرمایا، سلاسل طریقت کی اشاعت میں عظیم فریضہ انجام دیا اور خلق کثیر کو معرفت الٰہی سے ہم کنار فرمایا۔

وصال پاک : ۲۰؍ ذی الحجہ (تقریباً) ۱۰۳۸ھ

مزار اقدس : مصطفیٰ باغ، محلّہ چمنی بازار، پورنیہ، بہار میں مرجع خلائق ہے۔

مشمولات

عرضِ مترجم

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

رب کائنات نے قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے:

"اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" یعنی جس نے قلم سے (لکھ کے) سکھایا (علم دیا)۔

قلم نے جو کچھ لکھا، وہ کتاب بن گیا۔ لہٰذا لوح و قلم کا رشتہ اٹوٹ ہے۔ لفظ کتاب کا مادہ ہی کتب ہے۔ اسی سے کتابت، مکتبہ، کاتب، مکتوب وغیرہ مشتق ہوئے۔ ظاہر ہے لکھ کر ہی کوئی بات، خبر، پیغام، حکم، مشورہ وغیرہ دوسروں تک بھیجا اور پہنچایا جاتا ہے، خود لکھ کے یا کسی سے لکھوا کر۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ دین و اشاعتِ اسلام کے لیے مکتوب گرامی شاہانِ حبش و روم و کسریٰ وغیرہ کو بھیجے۔ عمر بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس اپنا قاصد بنا کر حبش بھیجا۔ دحیہ کلبی کو ہرقل کے پاس روم، عبداللہ سلمی کو کسریٰ ایران اور حاطب بن بلتعہ کو مقوقس کے پاس اسکندریہ نامۂ مبارک دے کر روانہ کیا۔ خطوط تو صحابی نے ہی تحریر کیے، مگر حضور انور نے ہر مکتوب گرامی پر اپنی مہر (چاندی کی انگوٹھی جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا) ثبت کر کے مستند کر دیا۔

اسلام قرآن مجید کے احکام اور فرموداتِ نبوی کا نام ہے۔ انھیں سے شریعت و طریقت ماخوذ ہیں۔ قلم سے ہی کام لے کر دیگر زبانوں میں قرآن حکیم کے تراجم اور تشریح و تفسیر لکھی گئی اور اس طرح اشاعت اسلام اور شریعت و طریقت کی تبلیغ و ترویج کا سلسلہ شروع ہوا۔

طریقت تابع شریعت ہے۔ بابِ شہرِ علم سے جو علوم جاری ہوئے، ان ہی سے رشد و ہدایت کا اعتبار ہے یعنی روح شریعت نے جسد طریقت میں اپنی تجلی دکھائی۔ حقیقت و معرفت، احسان

وعرفان کی باتیں، ان کے اسرار و رموز زبانی تلقین کیے جانے لگے جنھیں سن کر سامع نے بلفظہٖ یا اپنے طور پر لکھ کر جمع کر لیا تو انھیں ملفوظات کہا گیا اور شیخ طریقت وصاحب معرفت نے اپنے کسی مرید و معتقد کو اپنے قلم سے لکھ کر بشکل مکتوب ارسال کیا اور وہ سب محفوظ رہ گئے تو انھیں مکتوب کے نام سے جانا گیا۔ مثلاً مکتوباتِ صدی، مکتوباتِ بست و ہشت از مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ بہاری قدس سرہ یا مکتوباتِ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ وغیرہ۔ اس موضوع پر بہت کچھ مدلل و مستند لکھا جا سکتا ہے اور لکھا گیا ہے۔

فی الوقت میں حقیقت و معرفت کی شرح و بیان میں تحریر شدہ ایسے ہی ایک نادر اور اہم مجموعۂ مکتوبات کا ذکر کرتا ہوں جسے مرورِ ایام نے بہت دنوں تک نظروں سے اوجھل رکھا مگر اب وہ منظر عام پر آ رہا ہے۔ میری مراد ''مکتوبات جمالی'' سے ہے، جس کا قیمتی قلمی نسخہ حضرت علامہ مفتی شیخ محمد عبید الرحمٰن رشیدی مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جون پور، اتر پردیش کے پاس محفوظ ہے۔ مخدوم محترم نے اس وقت کی رائج زبان فارسی شیریں میں لکھے گئے ان مکاتیب کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم اس فقیر بے مایہ کو دیا اور میں نے بھی اپنی بے سوادی و کم علمی کے باوجود اس حکم کی تعمیل کو اپنی سعادت سمجھا۔

''مکتوبات جمالی'' بزرگوں کی عالمانہ روش اور ادبی ذوق کے تحت اکثر قرآن و حدیث کے حوالوں سے مستند اور فارسی کے برمحل اشعار سے مزین ہے۔ متن فارسی کا ترجمہ تو اپنی بساط بھر کر ڈالا، مگر عربی حوالوں کے آسان ترجموں کے لیے میں علامہ موصوف کا مرہون و ممنون ہوں۔ یہ کتاب تصوف و طریقت کی ایک بلند پایہ تصنیف اور سرمایۂ ارجمند ہے جو مذھباً اور مسلکاً بلکہ مشرباً بھی دینی و دنیاوی طور پر ایک بیش بہا نسخۂ کیمیا سے کم نہیں۔ حقیقت و معرفت کے اسرار و رموز کی پردہ کشائی نہایت سہل اور عام فہم انداز میں کی گئی ہے۔

''مکتوبات جمالی'' کے مصنف جمال الحق حضرت بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی جون پوری ثم پورنوی ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت موضع سکلائی ضلع لکھنؤ میں تقریباً ۹۷۰ھ میں ہوئی۔ آپ کو بیعت و خلافت حضرت شیخ محمد بن نظام الدین امیٹھوی سے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں تھی۔ آپ اپنے عہد کے جید عالم و فقیہ، عظیم داعی و مبلغ، باکمال عارف و صوفی اور صاحب ولایت

تھے۔آپ جون پور سے ہجرت فرمانے کے بعد محلّہ چمنی بازار پورنیہ (بہار) میں مقیم ہوئے۔ وہیں آپ نے اپنی خانقاہ تعمیر کی جو"خانقاہ مصطفائیہ" کے نام سے معروف ہے۔چمنی بازار پورنیہ میں ہی ۲۰ رذی الحجہ ۱۰۳۸ھ میں واصل بحق ہوئے اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔آپ کا شاندار آستانۂ عالیہ گیارہویں صدی ہجری سے آج تک مرجع خلائق اور مصدر فیوض و برکات ہے۔فاضل علوم شرقیہ مولانا ابرار رضا مصباحی نے آپ کے احوال وآثار پر مستند تحقیقی کتاب لکھی ہے۔پیش نظر"مکتوباتِ جمالی" میں ۲۳ رمکتوبات ہیں جن کا ترجمہ اس ہیچ مداں نے کیا ہے۔ ترجمہ ایک مشکل فن ہے۔مجھے اس کا شوق ضرور ہے مگر مہارت نہیں۔لہٰذا سہو وخطا کے لیے اہل نظر سے عفو ودرگزر کا خواستار ہوں۔ ہر مکتوب ایک خوب صورت عنوان کے ساتھ آپ کے سامنے، ملاحظہ فرمائیے اور دیدہ ودل روشن کیجیے۔

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را
تا بنگری صفاے مے لعل فام را

برقؔ عفی عنہ

خانقاہ چشتیہ نظامیہ، داناپور کینٹ، پٹنہ، بہار

۱۷ر ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ

مقدمہ

مکتوب نگاری ایک اہم فن ہے، یہ ہمیشہ سے تعلق و رابطہ کی اُستواری اور دعوت وپیغام رسانی کا ذریعہ رہا ہے اور علمی وتاریخی، سیاسی وسماجی، دینی وملی اور ادبی وثقافتی لحاظ سے اس کی عظمت ومعنویت بھی مسلم۔ ہر عہد وزمان میں طبقۂ علم وادب اور حلقۂ فکر وتحقیق نے مکتوب نویسی کے فن کو اپنے اپنے افکار ونظریات کی ترویج کے لیے اپنی جولان گاہ بنایا۔ البتہ موجودہ دور میں ابلاغ وترسیل کی نت نئی ایجادات اور مختلف ذرائع وسہولیات کی وجہ سے اس فن کی نوعیت میں خاصی تبدیلی آئی ہے۔

صوفیہ جہاں روحانی وباطنی معاملات میں عظیم درجے پر فائز تھے، وہیں علمی وتحقیقی کمالات میں بھی بلند مقام رکھتے تھے اور ایک باکمال عارف وصوفی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے جید عالم ومحقق بھی ہوتے تھے۔ صوفیہ کا اسلوبِ دعوت اور طریقۂ اصلاح جداگانہ رہا ہے۔ یہ علمی ودعوتی فرائض کو مکتوبات کے ذریعے بھی انجام دیتے تھے، چوں کہ مختلف اصناف علوم وفنون پر مضبوط گرفت اور اعلیٰ بصیرت رکھتے تھے، اس لیے مکتوبات میں اخلاق ومعرفت کی تعلیم و تکمیل کے ساتھ ساتھ علمی نکات بھی خوب بیان کرتے تھے، آیات قرآنیہ کی جامع تفسیر اور احادیث رسول کی بہترین تشریح کرتے تھے، مختلف فیہ مسائل کی نہایت معقول توجیہ اور زبردست تطبیق پیش کرتے تھے اور مسائل تصوف کی شاندار تشریح اور کلام صوفیہ کی دل نشیں تاویل کرتے تھے، غرض کہ ان کے مکتوبات قرآن و حدیث، فقہ وتفسیر، اخلاق وتصوف، سلوک و معرفت، دعوت و ارشاد وغیرہ متعدد علوم وموضوعات پر مبنی ہوتے تھے اور ان کا نصب العین مقاصد شریعت کی صحیح تفہیم اور اصول طریقت کی حقیقی تعلیم ہوتی تھی۔

صوفیہ کے قلمی نقوش، فکری تخلیقات اور علمی نوادرات کا ایک بڑا ذخیرہ مکتوبات کی شکل

میں موجود ہے۔ان میں بعض تو منصۂ شہود پر آچکے ہیں، جن میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی مکتوبات صدی وغیرہ، طبیب دلہا شیخ صدرالدین احمد شہاب ناگوری کی صحائف السلوک، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی مکتوبات امام ربانی وغیرہ شامل ہیں اور بعض آج بھی منتظر اشاعت اور تشنۂ طباعت ہیں۔ جمال الحق بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی جون پوری ثم پورنوی کی ''مکتوبات جمالی'' اسی سلسلۂ زریں کی ایک اہم کڑی ہے اور نایاب نمونہ بھی۔

مصنف مکتوبات جمالی، جمال الحق بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی ایک جامع کمالات شخصیت کے مالک اور بانی خانقاہ رشیدیہ، قطب الاقطاب شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری (مصنف مناظرہ رشیدیہ) کے والد گرامی اور پیر و مرشد تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۹۷۰ھ میں موضع سکلائی لکھنؤ میں ہوئی اور وصالِ پرملال محلّہ چمنی بازار پورنیہ میں ۲۰/ذی الحجہ تقریباً ۱۰۳۸ھ میں ہوا۔ مزار اقدس پورنیہ سٹی کے محلّہ چمنی بازار میں واقع ہے، جو بے حد مقبول و مشہور اور نہایت فیض بخش بھی ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب مشہور چشتی بزرگ، شیخ کبیر شیخ سری سقطی عثمانی کے واسطے امیر المومنین، ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ مورث اعلیٰ قدوۃ المشائخ، مخدوم شیخ بخشی عثمانی رومی تھے جو محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیا دہلوی کے مرید و خلیفہ اور چراغ دہلی شیخ نصیر الدین محمود دہلوی کے نعمت یافتہ تھے، اور والد گرامی امام العارفین شیخ عبدالحمید عثمانی تھے جو ولی زماں اور قطب وقت تھے۔

آپ نے شیخ قیام الدین جون پوری سے تحصیل علوم و فنون کی۔ بعد فراغت سکلائی سے ترک سکونت کیا اور جون پور کے موضع برونہ میں منتقل ہوئے اور یہیں دعوت و ارشاد میں مصروف ہوئے۔ موضع برونہ کے معروف بزرگ شیخ نورالدین مداری کی دختر سے آپ کا عقد ہوا۔ اولاد میں شیخ محمد سعید عثمانی، شیخ محمد رشید عثمانی، شیخ محمد ولید عثمانی صرف تین صاحبزادے تھے۔

آپ فضائل و مناقب میں اپنی مثال آپ تھے۔ شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری، شیخ یٰسین جھونسوی، شیخ غلام رشید عثمانی جون پوری جیسے اساطین علم و معرفت نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں آپ کے اوصاف و مناقب کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح شیخ وجیہ الدین اشرف

لکھنوی، مولانا عبدالمجید کاتب مصطفیٰ آبادی، مولانا عبدالحی رائے بریلوی، مولانا اسحاق بھٹی وغیرہ اصحابِ علم وتذکرہ نے بھی آپ کے محاسن وکمالات کو بیان کیا ہے۔

آپ قطب وقت تھے اور صاحب ولایت بھی، سدھور اور پورنیہ دو بڑے مقامات کی ولایت حاصل تھی۔ زبدۃ الواصلین بندگی شیخ محمد بن نظام الدین امیٹھوی، آپ کے پیر کامل تھے۔ شیخ قیام الدین جون پوری، شیخ نظام الدین نارنولی، شیخ فتح اللہ راج گیری اور شیخ نعمت اللہ جلال وغیرہ مشاہیر صوفیہ اور باکمال مشائخ کے خلفاے نیک نام میں تھے۔ قادرالکلام شاعر تھے، تخلص ''مہوشؔ'' تھا۔ صاحب تصنیف بزرگ تھے، مکتوبات جمالی آپ کی قلمی صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت اور فکری جولانیت کا واضح برہان ہے۔

آپ نے سکلائی، سدھور، جون پور اور پورنیہ وغیرہ مختلف مواضعات ومقامات میں دعوت وارشاد کا فریضہ انجام دیا، لیکن خانقاہ کی بنیاد باضابطہ پورنیہ میں ڈالی اور اپنی حیات مستعار کا اخیر حصہ یہیں اشاعت دین اور تعلیم اخلاق میں گزارا۔ ایک بڑی تعداد آپ کے ہاتھوں دولت ایمان سے سرفراز ہوئی، بے شمار لوگ راہ راست پر گامزن ہوئے، لائق مریدین اور باکمال خلفا پیدا ہوئے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ آپ کی ذات پاک سے پورنیہ اور اس کی اطراف میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور اس کو ایک علمی عظمت اور تاریخی وقار حاصل ہوا۔

آپ کی علمی عبقریت، روحانی مرتبت اور گوناگوں خدمات کی بدولت آپ کا آستانہ بلاتفریق مذہب وملت اور بلا امتیاز مشرب ومسلک دیار پورنیہ کا مرجع و ماویٰ ہے۔ آپ کے بعد آپ کے منجھلے فرزند اور خلیفہ وجانشیں، قطب الاقطاب شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری، ان کے منجھلے فرزند اور خلیفہ وجانشیں، بدرالحق شیخ محمد ارشد عثمانی جون پوری، ان کے پوتے اور خلیفہ و جانشیں، قمرالحق شیخ غلام رشید عثمانی جون پوری اور پھر دیگر سجادگانِ ذی شان نے آپ کی مسند طریقت کو رونق بخشی اور فرزندان توحید کی علمی واخلاقی تربیت، علم وعرفان کی ترویج وتوسیع اور خلائق کی خدمت وراحت رسانی میں ایک مثال قائم کی۔ آپ کے موجودہ علمی و روحانی جانشیں، مجمع البحرین حضرت مفتی شاہ محمد عبیدالرحمٰن رشیدی دام ظلہ (سجادہ نشیں: خانقاہ رشیدیہ جون پور) کی حکیمانہ قیادت میں آج بھی آستانہ عالیہ سے علمی واخلاقی خدمات کا ہمہ گیر سلسلہ

کمال سادگی اور انتہائی کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔[1]

مکتوبات جمالی، فارسی زبان میں جمال الحق بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی کے ۲۲ رمکتوبات[2] کا ایک علمی وفکری مجموعہ ہے، جو شہود الحق سید شاہ شاہد علی سبز پوش فانیؔ گورکھپوری (نویں سجادہ نشیں: خانقاہ رشیدیہ جون پور) کے عہد سجادگی میں ''مکاتبات عارفین'' معروف بہ ''مکتوبات رشیدیہ'' میں بطور ضمیمہ شامل ہوکر پہلی بار قمر پریس، بلیا سے شائع ہوا ہے۔

مکتوبات رشیدیہ، یہ اکابر مشائخ رشیدیہ جون پور کے مکتوبات کا ایک وقیع مجموعہ ہے، جس کو قطب العرفا والعشاق شاہ محمد عبد العلیم آسیؔ سکندر پوری ثم غازی پوری (آٹھویں سجادہ نشیں: خانقاہ رشیدیہ جون پور) نے ۱۲۷۵ھ میں ''مکاتبات عارفین'' کے تاریخی نام سے مرتب فرمایا ہے۔ اس میں غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ قطب الاقطاب شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری، بدر الحق شیخ محمد ارشد عثمانی جون پوری کے مکتوبات شامل ہیں۔ دیباچۂ کتاب میں قمر الحق شیخ غلام رشید عثمانی جون پوری کے مکتوبات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ چناں چہ حضرت آسی نے محرکِ کتاب اور اپنے شیخ کامل، قطب الہند شیخ غلام معین الدین جون پوری (چھٹے سجادہ نشیں: خانقاہ رشیدیہ جون پور) کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

> ''آمادۂ آں شد کہ مکتوبات شیخ الثقلین، امام ربانی، مجدد ملت، ناسخ الملل در الف ثانی، قطب الاقطاب، فرد الاحباب، ابوالبرکات، شمس الحق محمد رشید مصطفیٰ عثمانی جون پوری- قدس اللہ روحہ واوصل الینا فیوضہ- وہرچہ از مرقومات امام الاصفیا، قدوۃ الاولیا، قطب العالم، غوث بنی آدم، ابی الکشف، بدر الحق محمد ارشد محمد رشید- قدس سرہ- بہم رسد وبرخے از مکتوبات

---

[1] مصنف کتاب کا تعارف یہاں اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا، ان کے تفصیلی احوال ومناقب کے لیے راقم کی کتاب ''بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی: احوال وآثار'' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے جو شاہ عبد العلیم آسی فاؤنڈیشن دہلی کے زیر اہتمام ستمبر ۲۰۱۷ء میں شائع ہوچکی ہے۔

[2] راقم نے ''بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی: احوال وآثار'' میں ۲۱ رمکتوبات کا ذکر کیا تھا، لیکن مکتوبات جمالی کے بغور مطالعے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں کل ۲۲ رمکتوبات شامل ہیں۔ ابرار مصباحی۔

سراج السالکین، تاج العارفین، برہان الاتقیا، قطب الاولیا، ابی الفیاض، قمر الحق غلام رشید ارشد- قدس سرہ -راحتی الوسع بتصحیح کوشیدہ یکجا مجتمع کردہ مجلدے سازد"۔ [مکتوبات جمالی (فارسی مطبوعہ) ص:۱]

لیکن "مکتوبات رشیدیہ" کے مطبوعہ نسخے میں شیخ غلام رشید عثمانی کے مکتوبات شامل نہیں ہیں، البتہ کتب خانہ رشیدیہ جون پور میں ۱۵۴ مکتوبات پر مشتمل ایک ضخیم مجموعہ "مکتوبات حضرت قمر الحق" کے نام سے بشکل مخطوطہ شیخ محمد فخر الدین بلیاوی کے خط تحریر میں موجود ہے۔

کتب خانہ رشیدیہ جون پور کے ذخیرۂ کتب میں راقم کو "مکتوبات جمالی" کا ایک نسخۂ قلمی حاصل ہوا ہے، اس میں بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی کے ۲۲ مکتوبات درج ہیں، جو محمد اظہار الحق قمر شاہدی بلیاوی کے خط تحریر میں ہے اور نقل کتابت ۱۳۶۹ھ میں ہوئی ہے۔ یہ نسخہ ۳۹ صفحات پر محیط ہے اور ہر صفحہ ۱۶ سطروں پر مبنی۔ جب کہ مکتوبات رشیدیہ میں شامل مطبوعہ "مکتوبات جمالی" ۱۵ صفحات پر محیط ہے۔ قلمی نسخہ کے صفحہ ۳۹ یعنی آخیر کتاب میں بقلم کاتب مرقوم ہے:

"کتابت این نسخہ امروز بتاریخ ۱۱ جولائی ۱۹۵۰ء مطابق ۲۴/۲۵ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ بوقت ۲ بجے دن ختم شد و طباعت صفحات آخری فردا...... خواہی گشت۔ رقمہ محمد اظہار الحق فضل اللہ قمرؔ"۔

اس طرح زیر نظر کتاب "مکتوبات جمالی" کے مطبوعہ و قلمی دونوں نسخوں میں مجموعی طور پر حضرت بندگی کے ۲۲ مکتوبات ہی مندرج ہیں، لیکن خانوادۂ رشیدیہ کے علمی و تحقیقی ذخائر اور مستند و معتبر کتابوں مثلاً گنج رشیدی اور گنج ارشدی وغیرہ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دراصل چالیس مکتوبات تھے جو "چہل مکتوبات" ہی کے نام سے تھے۔ چناں چہ قمر الحق شیخ غلام رشید عثمانی جون پوری نے "گنج ارشدی" میں حضرت بندگی کی بیعت و خلافت کے ذیل میں ان کے مرشد کامل شیخ فتح اللہ راج گیری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"شمہ ازاں از مکتوب سی و ششم کہ از مکتوبات چہل کہ حسب گفتہ طالبان واثق و مریدان صادق در تصوف و سلوک وغیرہ فوائد در ماہ رمضان اربعین نشستہ مرقوم فرمودہ، مرقوم می شود"۔ [گنج ارشدی (قلمی)، ج:۲، ص:۵۲]

یعنی شیخ فتح اللہ راج گیری کے احوال ''چہل مکتوبات''، جو دراصل سلوک و تصوف وغیرہ کے موضوعات پر مبنی ہے اور بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی نے ان کو سچے مریدوں اور مخلص طالبوں کی فرمائش کے مطابق ماہ رمضان میں بیٹھ کر رقم فرمایا ہے، کے ۳۶ ؍ ویں مکتوب میں مرقوم ہیں، جن کو یہاں لکھا جاتا ہے۔

نیز مولانا عبدالمجید کاتب مصطفیٰ آبادی ''سمات الاخیار'' میں رقم طراز ہیں:

''آپ کی تصانیف میں ''چہل مکتوبات'' میرے پیش نظر ہے، جن میں احباب کی خاطر سے حقائق و معارف کی باتیں مکتوبوں کی صورت میں لکھی ہیں''۔ [ص: ۳۸ ؍ ۳۷، مطبوعہ: آسی فاؤنڈیشن، دہلی]

اِس طرح گنج رشیدی، گنج ارشدی اور سمات الاخیار وغیرہ اہم کتابوں اور مستند ماخذوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی کے ۴۰ ؍ مکتوبات تھے۔ شیخ غلام رشید عثمانی نے جہاں حضرت بندگی کی بیعت و خلافت کے ضمن میں شیخ فتح اللہ کا ذکر فرمایا، وہیں انھوں نے ایک ۲۶ ؍ ویں مکتوب کا بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے ''گنج ارشدی'' میں ایک دوسرے مقام پہ ایک ۲۷ ؍ ویں مکتوب کا بھی انکشاف فرمایا ہے۔ چناں چہ اپنے مورث اعلیٰ، مخدوم شیخ بخشیٰ رومی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''قدوۃ الاولیا، برہان الاتقیا، تابع سیر نبی و علی حضرت ابو محمد شیخ بخشی رومی قدس سرہ از مکتوبات حضرت شیخ مصطفیٰ در مکتوب بیست و ہفتم مرقوم است کہ آن حضرت ارادت و خلافت از قطب الاقطاب، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا داشتہ''۔ [گنج ارشدی (قلمی) ج:۱، ص:۹۵]

یعنی قدوۃ الاولیا، برہان الاتقیا، تابعِ سیرِ نبی و علی، حضرت ابو محمد شیخ بخشی[1]

---

[1] بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی کے مورث اعلیٰ کا اصل نام ''شیخ بخشی'' ہے، لیکن گنج ارشدی میں ''شیخ بخشی'' مذکور ہے، جب کہ اس کے اصل ماخذ ''گنج رشیدی'' اور دیگر کتابوں میں ''شیخ بخشی'' ہی مرقوم ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو راقم نے ''بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی: احوال و آثار'' میں کی ہے۔ ابرار مصباحی۔

رومی کے بارے میں بندگی شیخ مصطفیٰ کے مکتوبات کے ۲۷ رویں مکتوب میں مرقوم ہے کہ آپ قطب الاقطاب، سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا سے ارادت وخلافت رکھتے تھے۔

حضرت بندگی نے اپنے مکتوبات میں جہاں امورِ حقائق ومعارف کو تحریر کیا اور طالب معرفت کے لیے ایک عمدہ سامان اور ارباب علم وتحقیق کے لیے اہم ماخذ مہیا فرمایا، وہیں متعدد مکتوبات میں اپنے خاندانی کوائف اور اکابر اسلاف کے ضروری احوال کو حیطۂ تحریر میں لاکر خانوادۂ رشیدیہ کو ایک بنیادی ماخذ عطا فرمایا جو یقیناً آپ کا احسان عظیم ہے اور ایک انفرادی کارنامہ بھی۔ آپ کے فرزند وجانشیں شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ آپ کے مکتوبات کا حوالہ دیا ہے اور اپنے اسلاف واکابر کے ذکر کی تائید وتوثیق میں آپ ہی کے مکتوبات کو پیش فرمایا ہے، جیسا کہ مرتب گنج رشیدی شیخ نصرت جمال ملتانی نے گنج رشیدی جلد دوم (ص: ۱۰/۲۰۹–مخزونہ: خانقاہ رشیدیہ جون پور) میں آپ کے ذکر میں تحریر کیا ہے:

”وہرگاہ حضرت پیر دستگیر بعضی مقدمات اسلاف خود را حوالہ بر مکتوب والد خود قدوۃ المحققین حضرت شیخ مصطفیٰ قدس سرہ کردہ“۔

یعنی حضرت پیر دستگیر (شیخ محمد رشید عثمانی) کو جب کبھی اپنے اسلاف کے بارے میں ذکر کرنا ہوا، تو انھوں نے اپنے والد بزرگوار، قدوۃ المحققین، حضرت بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی کے مکتوب ہی کا حوالہ دیا ہے۔

مکتوبات جمالی اپنے مضامین وموضوعات کے لحاظ سے ایک استنادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی اہمیت وعظمت اس امر سے بخوبی واضح ہے کہ گنج رشیدی، گنج ارشدی اور سمات الاخیار وغیرہ کئی اہم کتب تصوف وتذکرہ میں اس کا ذکر ہے۔ شیخ محمد رشید عثمانی جون پوری، شیخ محمد ارشد عثمانی جون پوری، شیخ غلام رشید عثمانی جون پوری، مولانا عبد المجید مصطفیٰ آبادی وغیر علما ومحققین نے اپنے اپنے مکتوبات وملفوظات اور کتب ورسائل میں اس کے حوالے نقل فرمائے ہیں۔ چناں چہ شیخ محمد رشید عثمانی اپنے خاندانی اسلاف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”در مکتوبات حضرت پیر دستگیر ابوی حضرت شیخ جمال الحق میاں شیخ مصطفیٰ

بن عبدالحمید مسطور راست''۔[گنج رشیدی، ج:۲،ص:۲۰۹]

مکتوبات جمالی، یہ قرآن و حدیث، فقہ وتصوف، اخلاق ومعرفت وغیرہ مختلف موضوعات پر مشتمل بیش قیمت معلومات کا ایک اہم ذخیرہ ہے۔ یہاں کتاب کے تمام مضامین پر گفتگو کا موقع نہیں۔ اختصار کے ساتھ مکتوبات جمالی (ترجمہ) سے چند باتیں پیش کی جارہی ہیں:

تلاوتِ قرآن صوفیہ کی مرغوب عبادت ہے۔ وقت تلاوت ان پر حقائق کا انکشاف اور معانی کا ورود ہوتا ہے، جس کے ذریعے وہ اسرار و معارف کی اہم گتھیوں کو سلجھاتے ہیں، بہت سے مسائل کا عمدہ حل پیش کرتے ہیں اور اپنے قلوب کو تسکین اور روحانی غذا فراہم کرتے ہیں۔

حضرت بندگی نے اپنے مکتوبات میں سالک طریقت کو روزانہ تلاوتِ قرآن کی تعلیم دی ہے، اس کے آداب اور طریقے بتائے ہیں اور اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''سالک کو روزانہ اتنی مقدار میں قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے جتنا وہ انشراحِ قلب کے ساتھ کرسکے اور تلاوت کرتے وقت اس کے شرط و ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ'' اَفْضَلُ الْاَذْکَارِ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ '' ہے۔ تلاوت قرآن کا ادب یہ ہے کہ ترتیل کرے ''وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً'' اور اس میں فہم وتدبر سے کام لے تاکہ وعدہ وعید اور امر و نہی سمجھ میں آجائے اور اس کی تجلی سے قلب منور ہو، یہی وقت ہے کہ عروسِ رموز قرآن کے رخ سے پردہ اُٹھتا ہے اور ایمان کا دارالقرار دل ہنگامۂ افکار سے پاک و صاف ہوتا ہے''۔[ص:۷۷]

بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی نے اپنے مکتوبات میں کلام الٰہی کی تفہیم پر زور دیتے ہوئے جا بجا آیاتِ قرآنیہ کے معانی و مفاہیم کو عمدہ مثالوں کے ذریعے بیان کیا اور اس کے مضامین کو ذہن وفکر میں جاگزیں کیا ہے۔ مثلاً آیۂ کریمہ ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ '' میں لفظ'' احاطہ'' کے معنی و مفہوم کو دل نشیں مثال سے واضح کیا ہے اور پھر اس کے ضمن میں ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ'' کے مفہوم کی بھی عمدہ وضاحت فرمائی ہے، جس کو'کمال ہمت'' کے

زیرعنوان مکتوب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ نے اپنے مکتوبات میں ذکر موت اور حصول یقین کی تلقین کی ہے اور اس سلسلے میں مشائخ کے اقوال وارشادات بھی نقل کیے ہیں اور ''لقا'' کی عمدہ وضاحت پیش کی ہے۔ مثلاً موت کا ذکر کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں:

''طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ موت کا ذکر کرتا رہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ'' اِذَا اَحَبَّ الْعَبْدُ لِقَائِیْ اَحْبَبْتُ لِقَائَہٗ وِاِذَا کَرِہَ لِقَائِیْ کَرِھْتُ لِقَائَہٗ'' یعنی بندہ جب مجھ سے ملنا پسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ملنا پسند نہیں کرتا تو میں بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہاں ''اللقاء'' سے مراد موت ہے اور بعض کے نزدیک تقرب الی اللہ۔ بہرحال ''اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ'' اسی لیے موت کو عرف میں ''وصال'' کہتے ہیں اور کون وصال کا طالب نہ ہوگا''۔ [ص:۴۷]

قرآن وسنت میں حسن ظن کی خصوصی تعلیم دی گئی ہے اور تصوف میں بھی اس پر کافی زور دیا گیا ہے۔ اس لیے صوفیہ نے اپنے اپنے حلقۂ ارادت میں اس کی تعلیم وتلقین کی عمدہ تبلیغ فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے بہت سے سبق آموز واقعات اور دل نشیں تعلیمات بھی موجود ہیں۔ چناں چہ حضرت بندگی نے بھی راہ طریقت میں حسن ظن کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے مکتوبات میں جگہ جگہ اس کی تعلیم دی ہے اور اس کے عمل پر توجہ دلائی ہے۔ چناں چہ ایک مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اس راہ میں سچی عقیدت اور حسن ظن ہی سے کام بنتا ہے اور راہ آسان ہوتی ہے، جیسا کہ آں برادر کو یہ دولت حاصل ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آں برادر کے حسن ظن اور عقیدت کی بدولت ہمارا اور اس کا مقصد بر آئے گا''۔ [ص:۳۴]

حضرت بندگی نے اصولِ تصوف اورآدابِ سلوک پرخصوصیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔شیخ شہاب الدین سہروردی کے حوالے سے مقاماتِ طریقت اوران کے ثمرات ومراتب کے بارے میں نہایت بیش قیمت اصول نقل فرمائے ہیں اورطریقت،شریعت اورحقیقت میں ان کے التزام کوواجب قرار دیا ہے۔آپ نے اصولِ طریقت کے ذیل میں درستگی ایمان،توبۂ نصوح،زہد،تحقیق مقامِ عبودیت،قلت طعام،قلت منام،خلق کے ساتھ قلتِ ملاقات وصحبت اورقلت کلام کوشمار کیا ہے اوران کی پیروی میں کوشاں رہنے کی تلقین فرماتے ہوئے ان کے اثرات ونتائج کی طرف بھی واضح اشارہ کیا ہے۔چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

''پس اگرتم آٹھوں اصولوں پرکماحقہ مضبوطی سے عمل پیرا ہوگئے تو اپنے شیخ کی حرمت کے طفیل خودبھی شیخ بن جاؤ گےاور'فَبِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یَبْصُرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَ بِیْ یَبْطِشُ'' کے مصداق ہوکرفنافی الفناء کے درجے تک پہنچ جاؤ گے''۔[ص:۴۳]

حسن ادب تصوف کی بنیادی تعلیم ہے اورایک ضروری امربھی۔کہاجاتا ہے کہ ''اَلْاَدَبُ ھُوَالدِّیْنُ کُلُّهٗ ''یعنی ادب ہی مکمل دین کا نام ہے۔لہٰذا جس کے ادب کاظرف جتنا بڑا ہوگا،راہِ سلوک میں وہ اتناہی زیادہ کامیاب اورسرخ رو ہوگا اور بلندرتبے کو پہنچے گا۔اس لیے صوفیہ نے اس کی تعلیم پرسخت زوردیا ہےاوراس کے عمل پرتاکیدوہدایت فرمائی ہے۔

چناں چہ حضرت بندگی نے بھی اپنے مکتوبات میں میدانِ سلوک اورراہِ طریقت میں ادب کے معنی ومفہوم کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت وعظمت کا بھی ذکرفرمایا ہے۔ ایک مکتوب میں آپ تحریرفرماتے ہیں:

''جب طالب کوکوچۂ عشق میں باریابی کی توفیق مل جائے-رَزَقَنَااللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ- تو چاہیے کہ محبوب کے لیے سراپاادب بن جائے،کیوں کہ ''اَلتَّصَوَّفُ کُلُّهٗ اَدَبٌ ''تصوف ازابتدا تاانتہاادب ہی کانام ہے،اور ادب یہ ہے کہ خودی کواس کوچۂ عشق میں خود سے جدا کردے کہ یہ شرک ہےاور یہ سب سے بڑا گناہ ہے''۔[ص:۸۳]

راہِ سلوک میں صفائی قلب کی بڑی اہمیت ہے۔اگر قلب باطنی امراض میں ملوث ہونے کی وجہ سے فاسد ہو تو سارے اعمال رائگاں اور جملہ کوششیں بے کار اور لا حاصل ہیں، بلکہ بسا اوقات یہ محرومی کا باعث بھی ہوتا ہے، اور اگر یہی قلب مزکی ہو تو انوارِ الٰہی اور تجلیاتِ ربانی کے ظہور کا مورد ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صوفیہ پہلے طالب طریقت کے قلب کو باطنی خباثتوں سے پاک کرتے ہیں، تاکہ تزکیۂ قلب کے بعد تعلیم و تربیت موثر ہو اور ترقی درجات کا جلد موجب بھی۔

آپ نے بھی اپنے مکتوبات میں جابجا قلب کی صفائی پر زور دیا ہے، اس کی اہمیت سے واقف کرایا ہے، اس کی عمدہ تربیت کی تعلیم دی ہے اور اس کی اصلاح و درستگی کی ہدایت کرتے ہوئے اسے بہتر بنانے کی تلقین فرمائی ہے۔چناں چہ فرماتے ہیں:

> ’’دل گوشت کا ٹکڑا نہیں جو گائے اور گدھے کو بھی ہوتا ہے، بلکہ جو روح اور نفس کے باہمی اختلاط سے بطور فرزند حاصل ہو، اسی کا نام دل ہے۔دل پیدا ہو جائے تو اس کی ایسی پرورش کرنی چاہیے کہ اس میں علوی (روحانی) صفتیں پیدا ہوں، کیوں کہ اس کی ماں جو نفس ہے، سفلی ہے اور اس کا باپ جو روح ہے، علوی ہے۔اگر اس میں اس کی ماں یعنی نفس کی سفلی صفتیں پیدا ہو جائیں اور وہ جسم کی مملکت میں تصرف کرے تب تو ’’ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ‘‘ کا حال پیدا ہو جائے گا۔لہٰذا باپ کی مرضی کے مطابق دل کی پرورش و پرداخت کرنی چاہیے۔تب ہی ’’اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ‘‘ کا ظہور ہوگا اور پھر......دل کی اصلاح ہو جانے کے بعد مملکت جسم کی اصلاح بھی ہو جائے گی‘‘۔[ص:۵۱/۵۲]

آپ نے درد کا ذکر کرتے ہوئے اس کے معنی و مفہوم پر عمدہ روشنی ڈالی ہے اور اس کی اہمیت و عظمت پر دلچسپ گفتگو کی ہے اور اس کو پیر سے تعبیر فرمایا ہے اور عدم درد کو حرماں نصیبی کا باعث قرار دیا ہے۔چناں چہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> ’’اے میرے عزیز! پیر سے مراد درد ہے اور اسی جہت سے اہل ہند درد کو

پیر کہتے ہیں- رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ -جس کو یہ درد حاصل ہے، وہ اس کا پیر ہے اور جس کا پیر ہے، اس کو درد حاصل ہے اور یہی مراد کی اصل ہے، اور یہی فنا فی الشیخ اور بقا بالشیخ کا مطلب بھی''۔[ص:۳۸]

رفیق سفر کے بغیر راہ طریقت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ سلوک و معرفت ایک نہایت نازک اور پُر خطر راہ ہے۔ اس میں قدم قدم پہ عوائق وموانع درپیش ہوتے ہیں۔ مرشد طریقت ہی تربیت و ہدایت کے ذریعے طالب معرفت کو اس راہ کی دشوار گزار گھاٹیوں سے سلامتی کے ساتھ باہر نکالتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

حضرت بندگی نے بھی راہ طریقت میں رفیق سفر کی اہمیت وضرورت اور اس کی تلاش وجستجو پر تاکید فرمائی ہے۔ چناں چہ اپنے ایک مکتوب میں آپ نے بیان فرمایا ہے:

''میرے دینی بھائی سے پوشیدہ نہ رہے کہ جس کو بھی راہِ راست کے سفر کی خواہش ہے، اسے چاہیے کہ پہلے رفیق سفر کی تلاش کرے، اس لیے کہ مشہور ہے''اَلرَّفِيْقُ ثُمَّ الطَّرِيْقُ'' اور اس راہ کا رفیق ایک باخبر پیر ہی ہوسکتا ہے، خواہ وہ کوئی ہو اور کیسا ہو ع

پیر اگر خس است ما را بس است''[ص:۳۴]

آپ نے اپنے مکتوبات میں طالب طریقت کی تربیت کے ساتھ ساتھ مشائخ طریقت کو بھی نصیحت فرمائی ہے اور انھیں تسخیر خلائق اور اضافۂ مریدین کے چکر میں نہ پڑنے کا پیغام دیا ہے اور اس کی سخت ہدایت بھی فرمائی ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''شیخ کو ہمیشہ ترغیب وتسخیر خلق کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے کہ جو کچھ مقدر ہے، اپنے وقت پر ہی ہوگا۔ کسی نبی کی امت ایک شخص، کسی نبی کی دو اور بعض کی امت ہزار بلکہ اس سے کہیں زیادہ افراد پر مشتمل تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ-نَعُوْذُ بِاللّٰهِ- کسی نبی کی نبوت میں نقص وقصور تھا''۔[ص:٦٧]

نیز آپ نے مشائخ کو آدابِ بیعت اور طریقۂ بیعت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"شیخ کو چاہیے کہ تسبیح واستغفار میں مشغول ہو جائے اور وقت بیعت مرید کا ہاتھ تھامتے ہوئے "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" کا تصور کرے اور نیت یہ ہونی چاہیے کہ شاید اس مرید کے دستِ بیعت کی برکت سے مغفرت کی دولت نصیب ہو جائے"۔[ص:۶۷]

اسی طرح جو مشائخ طلب دنیا اور حصولِ زر غرض کہ فراہمی مالیات میں کوشاں رہتے ہیں، انھیں نہ آداب طریقت کا پاس ولحاظ ہوتا ہے اور نہ ہی معمولاتِ مشائخ پر عمل درآمد کی فکر، آپ نے ان کو دعوت فکر اور پیغام عمل دیتے ہوئے فرمایا ہے:

"افسوس ان فقیروں پر کہ ہمیشہ شیطانی وساوس اور جان کی طاقت کے لیے گندم کی فکر میں جان کھپاتے ہیں، اگر حق کی طرف سے تلقی کلمات نہ ہو تو ایمان سلامت رکھنا کٹھن ہو جائے۔ لہٰذا ہمیشہ اس راہ میں ثابت قدم رہنا چاہیے......اور نفی خواطر کرتا رہے"۔[ص:۷۱]

نیز ایک دوسرے مکتوب میں آپ رقم طراز ہیں:

"میرے دینی بھائی! خوب جان لو کہ اس راہ میں برّ وتقویٰ کی کوشش فرض ہے اور یہ کہ "اَلْمُتَّقِیْ مَنْ یَّتَّقِیْ الشِّرْکَ وَالْمَعَاصِیَ"۔ صوفی کے دل میں غیر حق کا خیال آنا ہی شرک ہے"۔[ص:۷۵]

صوفیہ اسبابِ ظاہری اور وسائل دنیوی سے صرفِ نظر نہیں کرتے بلکہ وہ تخلیقاتِ الٰہی کی حکمتوں اور مصالح کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں۔ یہ توکل وقناعت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ذریعۂ معاش، تلاشِ رزق اور حصول روزی کی بھی تلقین کرتے ہیں اور اس امر میں کوئی کوتاہی اور تساہلی برداشت نہیں کرتے ہیں۔ چناں چہ حضرت بندگی نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

"حصول رزق کے لیے بھی جدوجہد میں کمی نہ ہو کہ "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا" پروردگار کی کفالت پر یقین رکھو مگر خود کو متوکل نہ شمار کرو"وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَھَا، اَللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ" بلکہ توکل حقیقۃً "اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ" ہے۔ ہر کام

اور ہر مہم میں خود کو اللہ کے سپرد کر دو اور ہر مراد اُسی سے چاہو اور ''اَلنَّافِعُ وَالضَّارُّ'' اسی کو جانو کہ ''اَلرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ مِنْ اَعلیٰ مَراَتِبِ الْمَوْحَدِيَّةِ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا عقیدہ توحید کا بلند ترین مرتبہ ہے۔ بہر حال! خواہ کسب ہو خواہ غیر کسب اپنی سعی اور عمل ترک نہ کرو!''۔[ص:۵۹]

حضرت بندگینے آداب مریدین پر خصوصیت کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے اور جگہ جگہ ان کی تعلیم و ہدایت کے ذیل میں ناصحانہ اقوال اور زریں ارشادات پیش کیے ہیں۔ مثلاً ایک مقام پہ آپ بیان فرماتے ہیں:

''میرے بھائی! تم پر واضح ہو کہ مرید کو اپنے لیے مخصوص لباس کا تقید نہیں چاہیے بلکہ جو مل جائے، پہن لے۔

مراد اہل تصوف لباس ظاہر نیست
کمر بخدمت سلطاں بہ بند و صوفی باش

یعنی اہل تصوف کی مراد ظاہری لباس نہیں ہے۔ آقا کی غلامی میں کمر کس لو اور صوفی ہو جاؤ۔

سجادہ پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کام کرنا چاہیے۔ خواہ خلق اللہ کی خدمت ہو یا خالق کی عبادت، اس سے ہرگز غافل نہ رہے''۔[ص:۶۲]

آپ نے مکتوبات میں بزرگان طریقت کی تعظیم و تکریم اور ان کے ادب و احترام پر خاص زور دیا ہے، ان سے مخلصانہ عقیدت اور بے لوث محبت رکھنے کا درس دیا ہے، ان سے کسی طرح کے امتحانات لینے سے منع کیا ہے، ان کی مجلسوں میں بیٹھنے کے آداب اور طریقے بیان کیے ہیں، ان کی خدمت میں صدق دل اور خلوص نیت سے رہنے کی ہدایت فرمائی ہے اور ان کی اطاعت و فرماں برداری کی بجا آوری اور ارشادات و فرمودات کی تعمیل پر تاکید فرمائی ہے۔ چناں چہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''کسی فقیر پر بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے، نہ اس کا امتحان لینا چاہیے، کیوں کہ امتحان میں تکلف ہے ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا''، ممکن ہے کہ وہ امتحان اس کی طاقت سے باہر ہو یا تقاضۂ وقت نہ ہو اور تم اس کے منکر ہو جاؤ۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور بسا اوقات شیخ پر اعتراض اور اس کا انکار کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اس میں فقیر کا کوئی قصور نہیں۔ ع

چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی

یعنی عقل مند آدمی ایسا کام ہی کیوں کرے جس سے ندامت و شرمندگی حاصل ہو۔

اور اگر وہ امتحانی فعل اس سے صادر بھی ہو جائے تو تمھیں کیا فائدہ۔ لہٰذا اے عزیز! بجائے امتحان کے طالب حق رہو، اگر میسر ہو یا میسر نہ بھی ہو تو اللہ تمھاری نیت کے مطابق اس کا ثواب دے گا''۔ [ص: ۶۹/۷۰]

اسی طرح آپ نے ایک مقام پہ شیخ کی خدمت و صحبت لازم پکڑنے کی تعلیم و تلقین کی ہے اور ان کے اقوال و افعال پر اعتراض کرنے سے سخت منع کیا ہے اور ان کی تعظیم و تکریم اور اطاعت و فرماں برداری کی سخت ہدایت فرمائی ہے۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

''تصحیح توبہ (بیعت) کے بعد شیخ کی خدمت لازم ہے اور خدمت شیخ کی لازمی شرط یہ ہے کہ اس کے کسی فعل و عمل پر اعتراض نہ ہو کہ وہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اس کے اکثر افعال تمھیں بظاہر نا مشروع نظر آئیں گے، مگر ''ھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَقٌّ'' اور حق پر اعتراض کرنا کفر ہے۔ لہٰذا ہزار بار اس اعتراض سے بچو کہ...... فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ ''خدمت کے لیے شرط ہے''۔ [ص: ۶۹]

حضرت بندگی نے اپنے مکتوبات میں جگہ جگہ الفاظِ سلوک اور اصطلاحاتِ تصوف کا ذکر کیا ہے، ساتھ ہی ان کے معانی و مطالب کو واضح کر کے ان کے دقیق پہلوؤں کی طرف بھی اشارہ

فرمایا ہے۔ مثلاً ایک مکتوب میں آپ رقم طراز ہیں:

''صفائے باطن کا مطلب یہی ہے کہ دوست، اس کی محبت اور اس کے خیال کے سوا کسی دوسری شے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے''۔[ص:۴۷]

اسی طرح لفظ ''ھوھو'' کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''میرے دینی بھائی کے دل پر روشن ہو کہ فنافی الشیخ حاصل ہونے کے بعد اس بات کی کوشش زیادہ کرنی چاہیے کہ فنافی الفناء اور ہویت در شیخ حاصل ہو جائے اور ہویت ''ھو ھو'' ہو جانا ہے اور ''ھو ھو'' ہونا کوئی آسان کام نہیں ع

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد''۔[ص:۴۵]

پاس انفاس تصوف کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ آپ نے اپنے مکتوب میں اس کی شاندار توضیح کی ہے اور اس کی متعدد صورتوں کو بیان کرتے ہوئے اس کے فائدے کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ چناں چہ ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''پاس انفاس کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو سانس باہر آئے اسے ''لَآ اِلٰـهَ'' تصور کرو اور جو سانس کہ سینے میں داخل ہوا سے خواہش اور شعور کے ساتھ ''اِلَّا اللّٰـهُ'' تصور کرو۔ دوسرے یہ کہ جو سانس باہر آئے یا اندر جائے، اس میں ''اَللّٰـهُ'' کا دھیان رہے، اس فہم اور یقین کے ساتھ کہ ''لَامَعْبُوْدَ وَلَامَوْجُوْدَ اِلَّا اَنْتَ یَااَنْتَ الْمَعْبُوْدُ''، تیسرے یہ کہ جب (سانس) سینے سے باہر آئے ''یـــا'' کا تصور کرے اور جب سینے میں جائے ''ھو'' کا تصور کرے اور ''اَنْتَ ھُوَ'' کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال رہے کہ سانس بغیر اس کی یاد کے نہ چلے کہ ایک بار سانس کو روک لے، پاس انفاس سے خواطر کی نفی ہوتی ہے''۔[ص:۶۱]

امورِ تصوف اور مراتب معرفت میں ایک اہم امر اور مرتبہ فنا کا ہے۔ حضرت بندگی نے مقامات سلوک کے پہلے مقام یعنی فنا کا ذکر کرتے ہوئے اس کی نفیس تشریح فرمائی ہے اور اس کے حکم و تقاضے کو بھی بیان فرمایا ہے، بلکہ اس پر عمل درآمد کی راہیں بھی ہموار کی ہیں۔

چناں چہ مقامات سلوک کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مکتوب میں بیان فرماتے ہیں:

''سلوک کا پہلا قدم فنا ہے اور فنا سے مراد ''دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالِ'' ہے یعنی اپنے نفس کو چھوڑ دو اور حق کی طرف آ جاؤ۔ دع امر کا صیغہ ہے، جس کے ذریعے حکم دیا جاتا ہے اور حکم کی بجا آوری واجب ہوتی ہے۔ یہاں اس حکم کی بجا آوری کی صورت یہی ہے کہ آدمی فنا ہو کر ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' کا مصداق ہو جائے''۔ [ص:۴۷/۴۳]

آپ نے اپنے مکتوبات میں عقل و عشق کا بھی ذکر کیا ہے اور دونوں کے بارے میں نہایت عمدہ باتیں بیان فرمائی ہیں، اور تخلیق عشق کا سبب پیش کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے۔ چناں چہ ایک مکتوب میں لفظ عشق پر گفتگو کرتے ہوئے آپ بیان فرماتے ہیں:

''میرے بھائی جان لو کہ آدمی پیدا ہی کیا گیا ہے عشق کے لیے، اس لیے عشق ہی کی طلب ہونی چاہیے نہ کہ دنیا و آخرت کی ''اَلدُّنْیَا لَکُمْ وَالْعُقْبٰی لَکُمْ وَالْمَوْلٰی لِیْ'' ع

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

''اَنَا اَشْتَاقُ اِلَی الْمُدَبِّرِیْنَ'' سے ظاہر ہے۔ ساری کمی کوتاہی اپنی طرف سے ہے، ورنہ کون ہے جو اس در پہ آیا اور محروم رہا ''یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ'' سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس پتلۂ خاکی پر اس کی طرف سے مہربانیاں رہتی ہیں اور یہ کسی توجہ کے بغیر رہتی ہیں ''فَوَیْلٌ لَّهٗ ثُمَّ وَیْلٌ لَّهٗ''۔ [ص:۸۱]

اسی طرح لفظ ''عشق'' کے بارے میں بھی آپ نے بڑی دلچسپ گفتگو کی ہے اور اس کی دل نشیں تشریح کر کے عاشق و معشوق کے باہمی روابط کو واضح کیا ہے۔ چناں چہ رقم طراز ہیں:

''جاننا چاہیے کہ ''ع'' عقل ہے، ''ش'' شرم ہے اور ''ق'' قرار ہے۔ وہ یہ تجھ سے لے لے اور اس کے عوض تجھے (ع) عفت (ش) شغف (ق) قرب عطا فرمائے، چوں کہ عاشق کو عشق میں عقل و شرم و قرار نہیں ہوتا، اس لیے اسے معشوق کے غیر سے عفت، اس کی ذات سے شغف

اور مشغولیت اور اس کے ساتھ قربت نصیب ہوتی ہے.....اور یہی نفی اور اثبات ہے''۔[ص:۸۲/۸۱]

سالک طریقت کے لیے نفی خاطر ایک عظیم نعمت ہے۔حضرت بندگی کے واقعۂ خلافت کے موقعے پر جب بزرگان طریقت اور ارباب معرفت نے آپ سے فرمایا کہ پیران طریقت یہاں تشریف فرما ہیں، آپ ان سے کچھ کیوں نہیں مانگتے ؟ تو آپ نے ان سے عرض کیا تھا کہ میرے لیے نفی خاطر کی دعا فرما دیں۔ چناں چہ آپ کے شیخ کامل بندگی شیخ محمد امیٹھوی نے دعا فرمائی اور موجود مشائخ نے آمین کہی۔حضرت بندگی نے اپنے مکتوبات میں نفی خاطر پر عمدہ روشنی ڈالی ہے اور اس کے حصول کے طریقے بیان کیے ہیں۔ساتھ ہی ''صلوٰۃ القلاقل'' کا ذکر کرتے ہوئے اس کی ترکیب اور پابندی پر بھی زور دیا ہے۔چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

''میرے دینی بھائی پر روشن ہو کہ اپنی طاقت اور سکت سے جہاں تک ممکن ہو، خواطر کی نفی کرنی چاہیے، کیوں کہ..... جب تک خواہشات کی نفی کرتے ہوئے ہر وقت شیخ (پیر) کی یاد نہ ہوگی، چھٹکارا نہیں ع

یا خانہ جاے رخت بود یا خیال دوست

ہر چند کہ یہ کوشش سے ہوتا نہیں، تاہم خواہشات سے لڑنا فرض ہے۔ خطرات انبیا اور اولیا کو بھی تھے مگر وہ ان کی نفی کرتے تھے۔پیرانِ طریقت نے نفی خواطر کے لیے ہمیشہ ''صلوٰۃ القلاقل'' پڑھی ہے اور اس فقیر کو بھی خواب میں حکم ہوا ہے کہ تہجد کے وقت یہ نماز پڑھو.....صلوۃ القلاقل کی ہر چار رکعت میں چاروں قل شریف پڑھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''صلوٰۃ القلاقل'' کی پابندی کرو۔اور جب بھی غیر اللہ کا خیال آئے تو ''لَاحَولَ'' پڑھے، تصور میں شیخ کا چہرہ دیکھے، خواطر پر اپنی لگام سخت رکھے اور حبس دم کرے''۔[ص:۷۲/۷۱]

خدمت خلق صوفیہ کا محبوب مشغلہ ہے اور ان کی زندگی کا نصب العین بھی، بلکہ خدمت خلق سے بڑھ کر ان کے نزدیک کوئی کارِ ثواب ہے ہی نہیں۔اسی لیے یہ مریدین و وابستگان کو

انسانیت کی خدمت وغم خواری کی تعلیم اوران کے اندر خدمت خلق کا جذبہ بیدار کرتے ہیں۔

چناں چہ بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی بھی اپنے مکتوب میں ایک جگہ خدمت خلق اور جذبہ و ہمت وغیرہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ''میرے دینی بھائی! تم سے مخفی نہ رہے کہ مضبوط ارادہ چاہیے کہ کسی حال میں بھی خدمت خلق کا جذبہ کم نہ ہو، کیوں کہ جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے، وہ خدمت ہی سے حاصل ہوتا ہے، اگر کوئی مردہ اور مزار کی بھی خدمت کرے تو اسے اس کا اجر ملتا ہے''۔[ص:۵۶]

زیر نظر کتاب ''مکتوبات جمالی'' میں مذکورہ بالا مضامین وموضوعات کے علاوہ بھی دیگر کئی اہم موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے، جن سے یہاں قلت وقت اور خوفِ طوالت کے سبب صرف نظر کیا گیا۔ قارئین ان چیزوں کی واقفیت اور تفصیلی معلومات کا علم اصل کتاب کی طرف مراجعت کر کے بخوبی حاصل کر سکتے ہیں۔

مکتوبات جمالی میں ہر مکتوب کے آغاز میں تسمیہ وتعوذ اور دعاے رحمت پر مبنی جملوں کا التزام کیا گیا ہے اور اخیر میں خاتمہ بالخیر کی دعا کا بھی۔ اس میں مناسب حال سبق آموز قصص و واقعات کو بیان کیا گیا ہے، ہر مکتوب میں حسب موقع پر کیف عربی و فارسی اشعار، عمدہ مصرعوں اور دل نشیں محاروں کو پیش کیا گیا ہے، مستند شعرا کے کلام سے شاندار استناد اور عمدہ استدلال کرتے ہوئے اپنے موقف ونظریے کا اثبات کیا گیا ہے، اس میں ایک دسویں مکتوب میں بحث علم الیقین وعین الیقین کے تحت خالص اعداد پر مشتمل کچھ عبارتیں ہیں، جن سے صاحب مکتوب نے نہ جانے حقیقت ومعرفت کے کن مسائل وامور کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور کن کو اپنا مخاطب بنایا ہے، یہ اہل معاملہ اور صاحب راز ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت بندگی نے اپنے مکتوبات کو جس جامعیت واختصار بیانی کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اور اسلامی تعلیمات، اخلاقی ہدایات اور روحانی پیغامات کو پیش کر کے انھیں دلائل و براہین سے مزین فرمایا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا کہ ''مکتوبات جمالی'' حقائق ومعارفِ

تصوف پر ایک متن کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر اس کی ایک ایک سطر کی تشریح و تفصیل بیان کی جائے تو اخلاق و تصوف پر یقیناً ایک ضخیم دستاویز تیار ہو سکتی ہے۔

غرض کہ مکتوبات جمالی بڑی قدر و منزلت کی حامل اور گونا گوں خصوصیات کی جامع ہے۔ حضرت بندگی اپنے مکتوبات کے ذریعے جہاں تحفظ دین، فروغ اسلام، ترویج علم، خدمت خلق، تعلیم شریعت، تلقین معرفت اور درس روحانیت کا تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے، وہیں مکتوب نگاری کے فن کو بھی تقویت بخشی ہے اور ادبیاتِ فارسی میں ایک قابل قدر اضافہ فرمایا ہے۔

''مکتوبات جمالی'' فارسی زبان پر مشتمل مشائخ رشیدیہ کے علمی و فکری نوادِرات کی ایک اہم کڑی ہے جو کتب خانہ رشیدیہ جون پور میں منتظر ترجمہ اور تشنۂ طباعت تھی۔ مجمع البحرین حضرت مفتی شاہ محمد عبید الرحمٰن رشیدی دام ظلہ (زیب سجادہ: خانقاہ رشیدیہ جون پور و بانی و سرپرست: آسی فاؤنڈیشن دہلی) نے اس کی اشاعت و طباعت کا حکم فرمایا۔ چناں چہ اس کے ترجمے کے لیے گرامی مرتبت محترم پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برقؔ صاحب کی خدمت حاصل کی گئی۔ انھوں نے اس کا نفیس ترجمہ کیا اور اس پر اپنے بیش قیمت تاثرات بھی عطا کیے۔ اس علمی معاونت کے لیے آسی فاؤنڈیشن ان کا شکر گزار ہے۔

مترجم موصوف ملک کی معروف خانقاہ چشتیہ نظامیہ، دانا پور کینٹ، پٹنہ کے صاحب سجادہ ہیں۔ آپ اپنے والد گرامی حضرت سید شاہ قائم چشتی قتیلؔ دانا پوری کے مرید و خلیفہ اور جانشیں ہیں۔ اپنے خاندانی اسلاف کے علمی و روحانی وارث ہیں۔ نہایت خلیق و ملنسار اور اصاغر نواز ہیں۔ اُردو و فارسی دونوں میں کمال رکھتے ہیں۔ نظم و نثر پر مبنی کئی علمی و ادبی کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔ رشد و ہدایت، علم و تحقیق، شعر و سخن وغیرہ مختلف میدانوں میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔

کتاب میں آغازِ موضوع سے قبل انتساب، مصنف کتاب: ایک نظر میں، عرض مترجم اور مقدمہ شامل ہے۔ اس کے بعد اصل موضوع کا ذکر ہے۔ مکتوبات جمالی کے کسی مکتوب میں کوئی عنوان قائم نہیں تھا، لیکن ترجمہ میں ہر مکتوب کو مناسب عنوان سے معنون کر دیا گیا ہے۔

عربی عبارتوں کو حرکات وسکنات سے مزین کیا گیا ہے، محولہ عربی وفارسی اشعار کا بھی ترجمہ کیا گیا ہے، اہل زبان اور صاحب ذوق کی تسکین مزید اور اصل کتاب کی حفاظت کی غرض سے اس کے ترجمے کے ساتھ ساتھ اس کے فارسی متن کو بھی کتاب کے اخیر میں شامل کر دیا گیا ہے۔

مکتوبات جمالی کا یہ اردو ترجمہ پہلی بار آسی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہو رہا ہے۔ قارئین کو اگر کوئی کمی نظر آئے تو مطلع کریں، آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی کوشش کی جائے گی۔

اس کتاب کی طباعت محترم ڈاکٹر ہلال معظم صاحب رشیدی (استاذ: جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) کے مالی تعاون سے عمل میں آئی ہے، جس کے لیے فاؤنڈیشن ان کا بے حد شکر گزار ہے اور ان کے جملہ مرحومین خصوصاً ان کے والد گرامی محمد مشتاق عالم رشیدی ولد عقیق الدین احمد مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہے۔

ابرار رضا مصباحی
آسی فاؤنڈیشن، دہلی
۲۶؍جولائی ۲۰۱۸ء

مکتوبات جمالی

[اُردو ترجمہ]

تلاشِ مرشد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ بِكَ نَسْتَعِيْنُ

اس دعا ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ كِلَابِ اَحِبَّاءِكَ'' (یعنی اے اللہ! تو مجھے اپنے دوستوں کے کتوں میں نصیب فرما) کے بعد میرے دینی بھائی سے پوشیدہ نہ رہے کہ جس کو بھی راہِ راست کے سفر کی خواہش ہے، اسے چاہیے کہ پہلے رفیق سفر کی تلاش کرے۔ اس لیے کہ مشہور ہے ''اَلرَّفِيْقُ ثُمَّ الطَّرِيْقُ'' (یعنی پہلے ساتھی پھر راستہ) اور اس راہ کا رفیق ایک باخبر پیر ہی ہوسکتا ہے، خواہ وہ کوئی ہو اور کیسا ہو۔ ع

پیر اگر خس است ما را بس است

یعنی پیر خود کچھ نہ ہو، میرے لیے بہت ہے۔

اس راہ میں سچی عقیدت اور حسن ظن ہی سے کام بنتا ہے اور راہ آسان ہوتی ہے، جیسا کہ آں برادر کو یہ دولت حاصل ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آں برادر کے حسن ظن اور عقیدت کی بدولت ہمارا اور اس کا مقصد بر آئے گا، جیسا کہ برہان العاشقین، سلطان العارفین، حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری قدس سرہ سے نقل (روایت) ہے:

ایک عزیز درویش جسے سچی طلب پیدا ہوگئی، اس نے طے کرلیا کہ کوئی ایسا پیر جو راہِ طریقت سے آگاہ و باخبر ہو، اس تک پہنچا جائے اور اس کا دامن پکڑا جائے۔ درویش نے بہت تلاش کی مگر کوئی خاطر خواہ پیر نہ ملا۔ اچانک اسے ندی کے کنارے ایک خوب صورت اور سرسبز درخت نظر آیا، وہ اس درخت کے قریب گیا اور بولا کہ یہی درخت میرا پیر ہے اور مدت تک ایک مرید کی طرح اس درخت کی خدمت میں مشغول رہا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ اس ندی میں باڑھ آگئی اور وہ ہرا بھرا درخت جڑ سے اُکھڑ کر سیلاب

میں بہنے لگا۔ وہ درویش بھی اس درخت کی ایک شاخ پکڑ کے بہنے لگا، یہاں تک کہ پانی میں ڈوبنے کی نوبت آ گئی۔

حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو غیب سے حکم ہوا:

''اس جوان کو غرق ہونے سے بچاؤ اور پانی سے باہر نکال لو!''۔

حضرت خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بولے کہ ''اے عزیز! باہر آ جا، ورنہ ڈوب جائے گا''۔
اس جواں مرد نے جواب دیا کہ یہ درخت میرا پیر ہے۔ میں پیر کے ساتھ ہی بہتا رہوں گا اور حضرت خواجہ خضر کی ایک نہ سنی۔ پھر درخت کو حکم ہوا کہ اے درخت! گویا ہو اور اس سے کہہ:

''اے عزیز! واپس ہو کہ میں نے تجھے قبول کر لیا''۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ درخت بولنے لگا اور اس درویش کو واپس کر دیا۔

لہٰذا پیر کے ساتھ سچی عقیدت اور قلبی وابستگی رکھنی چاہیے۔ چوں کہ اس درویش کو فنا فی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا، اس لیے اسے درخت سے گوہر مقصود مل گیا۔

مجھے امید ہے کہ آں برادر کی سچی عقیدت اور محکم وابستگی کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقصد و مقصود سے ہم کنار کرا دے گا، ورنہ میری حیثیت ذرۂ ناچیز سے زیادہ نہیں -جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ مِنْ كِلَابِ اَحِبَّائِهٖ وَالْعَاقِبَةَ بِالْعَافِيَةِ- (یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اپنے محبوب کے کتوں میں رکھے اور عاقبت کو بہتر بنائے)۔

دولتِ سرمدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جَعَلَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمۡ مِنۡ کِلَابِ اَحِبَّائِہٖ

(یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اپنے محبوب کے کتوں میں بنائے)

اس دعا کے بعد میرے دینی بھائی! تمھارے صاف دل پر واضح ہو کہ آپ کے احوال قابلِ قدر ہیں۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ ربِ کریم کے بے پایاں کرم سے ہر لمحہ اور ہر پَل یہ اُمید رکھو کہ درونِ قلب کے جلے داغ تمھارے شوقِ وارفتہ کے چاند سورج بن کے چمکیں گے اور یہ کسی روز "مَا حَرَّقَ سِوَی الۡحَبِیۡبِ یُبۡقِیۡ الۡحَبِیۡبَ" (یعنی جو چیز دوست کے علاوہ کو جلا دے، وہی دوست کو باقی رکھتی ہے) کے بعد ہی ہوگا اور فنا کے بعد بقا سے یہی مراد ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارۡزُقۡنِیۡ بِعِزَّۃِ حَبِیۡبِکَ۔ (یعنی اے اللہ! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے وسیلے سے تو مجھے یہ حصہ نصیب فرما] اے برادرِ عزیز! اس کوشش میں لگے رہو کہ اس سچی اور حقیقی سوزشِ عشق کا ایک ذرہ ہی سہی، اپنے اندر چھپا لو اور محفوظ کر لو۔ ہر چند کہ یہ دولت محض کوشش سے نہیں ملتی ؎

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد

تاہم وسعت اور امکان کی حد تک سوزش کا سراپا طالب رہے ؎

شد مہوشی بعشقِ تو آتش پرستِ دیر

کورا زِ مہر سوز دل ایمان آتش است

یعنی مہوشی تیری محبت میں دَیر کا آتش پرست ہوگیا۔ دل میں سوزِ عشق سے اس کا ایمان آگ پر ہے۔

دنیا و آخرت کا طلب گار نہ ہو، اس لیے کہ "اَلدُّنۡیَا لَکُمۡ وَالۡعُقۡبٰی لَکُمۡ وَالۡمَوۡلٰی لِیۡ وَاِنۡ لَمۡ یَکُنِ الۡمَوۡلٰی لِیۡ۔ اَلۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ فَحُبُّ الۡمَوۡلٰی لِیۡ" یعنی دنیا و عقبیٰ تمھارے لیے ہیں اور مولیٰ

میرے لیے۔ اگر میرے لیے۔نَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔مولیٰ نہ ہوتو مولیٰ کی محبت ہی میرے لیے کافی ہے۔

دوست کی حقیقت ظاہر ہونے کے بعد اس کی طلب میں ایک بار جان دے دینا ہی ابدی شہادت اور سرمدی دولت ہے۔ کیوں کہ ''مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَادِیَتُهٗ'' (یعنی جس کو میں نے قتل کیا ہے، اس کی دیت میں خود ہی ہوں)۔رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ ۔ [یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں یہ نصیب فرمائے] خود کو اپنے حبیب کے کتوں میں شمار کرنے کی کوشش کرے۔ اس لیے کہ ''فَاِنْ فَازَفَقَدْ فَازَفَوْزاً عَظِیْماً وَاِنْ مَاتَ فِیْ طَلَبِهٖ فَوَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰہِ'' (یعنی اگر وہ کامیاب ہو گیا تو انھوں نے یقیناً بڑی کامیابی حاصل کر لی اور اگر اس کی طلب میں مر گیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے)۔امید ہے کہ ایک بار میری اور آں عزیز کی موت اسی سچی طلب میں ہوگی اور خاتمہ بالخیر سے یہی مراد ہے۔اے میرے آقا! مجھے اپنا محبّ بنا کر زندہ رکھ، اپنا محبّ بنا کر موت دے اور اپنے محبین کی جماعت میں شامل فرما! اور اگر کرگسِ حریص اور سگِ خو کا شوق اس درجے کو نہ پہنچے جو سراپا دنیا کی طلب میں ڈوبا ہوا اور از راہ شہوت نفسانی عقبیٰ کا طلب گار ہے تو اے میرے رب اور اے میرے پالن ہار! اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے صدقے میں ایک نظر رحمت سے میرے گندے اور میلے دل کو ماسوی اللہ کی پراگندگیوں اور آلائشوں سے پاک فرما دے اور خواہ مسلم ہو خواہ کافر جس شکل میں رنگنا چاہے تو رنگ دے کہ میرا ایمان دوست کا غم اور عشق ہے اور تو ہی میرا مالک ہے، تو ہی میرا دوست ہے اور تو ہی میرا خالق ہے۔ پس مجھے اپنی بارگاہ کے کتوں میں بنا، اپنے غیر کے کتوں میں نہ شامل فرما۔ اے میرے مالک! میں ایک بندۂ گنہ گار ہوں اور تو بخشنے والا پروردگار ہے۔ اے میرے مالک! میں یہ نہیں کہتا کہ تو مجھے دنیا دار کر دے اور یہ نہیں چاہتا کہ تو مجھے جنتی بنا دے ۔

کفر کافر را و دیں دین دار را

ذرّۂ دردِ دلِ عطار را

یعنی کفر کافر کو اور دین دین دار کو مبارک ہو اور عطار کو بس درد دل کا ایک ذرہ نصیب ہو جائے۔

ذرّۂ دردے ذرّۂ دُردے، جرعۂ دردے جرعۂ دُردے۔

یہاں پہنچ کر قلم ٹوٹ گیا۔اَلْعَاقِبَۃُ بِالْعَافِیَۃِ۔

صفائیِ قلب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ ارۡزُقۡنِیۡ الۡفَنَاءَ فِیۡ الشَّیۡخِ ثُمَّ الۡبَقَاءَ بِاللّٰہِ بِکَرَمِکَ وَبِحُرۡمَۃِ حَبِیۡبِکَ

اس دعا کے بعد میرے دینی بھائی کے روشن دل پر پوشیدہ نہ رہے کہ سب سے پہلے اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ فنافی الشیخ پھر بقاباالشیخ حاصل ہو، کیوں کہ فنا فی اللہ اور بقاباللہ کا یہی مطلب ہے اور یہی تصوف کا معنیٰ بھی۔

اے میرے عزیز! پیر سے مراد درد ہے اور اسی جہت سے اہل ہند درد کو پیر کہتے ہیں -رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمۡ-۔ جس کو یہ درد حاصل ہے، وہ اس کا پیر ہے اور جس کا پیر ہے، اس کو درد حاصل ہے اور یہی مراد کی اصل ہے، اور یہی فنا فی الشیخ اور بقا بالشیخ کا مطلب بھی۔ جس جواں مرد کے دل میں پیر نے جگہ حاصل کر لی، وہ غیر پیر سے خالی ہو گیا اور جو غیر پیر سے خالی ہو گیا، وہ پیر کی توجہ اور ان کے وسیلے سے ماسوی اللہ سے خالی ہو جاتا ہے۔

میرے عزیز! وہ پیر جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو گیا ہو، اس مرید کے دل میں جو فنافی الشیخ حاصل کر چکا ہو، وہ مشابہ عرض یعنی عرض کی مانند بذات خود گھر کر لیتا ہے اور اپنے ماسویٰ سے مرید کے دل کو پاک کر دیتا ہے۔ لہٰذا مرید کا دل اپنے پیر درد کے ساتھ زندہ ہو گیا۔

جس پیر کامل نے سچے مرید کے دل میں عرض کی مانند جگہ بنالی اور اسے اپنے علاوہ ہر شے سے خالی کر دیا ہو، اس نے مرید کے دل کو حق تعالیٰ کی طرف اس طرح مائل کر دیا، جیسے وہ خود فانی بحق تھا۔

"وَھُوَمَاوَجَدَ وَتَلَاشیٰ فَمَا بَقِیَ فِیۡ قَلۡبِ الۡمُرِیۡدِ سِوَی الۡحَبِیۡبِ وَھُوَ الۡمَعۡنیٰ مِنَ الۡفَنَاءِ فِیۡ اللّٰہِ ثُمَّ الۡبَقَاءِ بِاللّٰہِ" یعنی یہ وہی ہے جو بے نیاز اور معدوم ہوا تو مرید کے دل میں سوائے حبیب کے کچھ باقی نہ رہا اور یہی فنافی اللہ کا مطلب ہے اور بقاباللہ کا بھی۔

لہٰذا دل کو یوں سمجھو کہ پیر مل گیا کہ درد جو بمشابہ پیر ہے، اس دل میں موجود ہے اور سرور بخشا ہے۔ "هٰذَا الْمَعْنىٰ مِنَ الْمَحَبَّةِ وَالْمَحَبَّةُ اِذَا زَادَوَافَرَ فَهُوَالْعِشْقُ وَالْعِشْقُ مُوْصِلُ الْحَبِيْبِ اِلَى الْحَبِيْبِ" (یعنی محبت کا یہی معنی ہے، اور محبت جب زیادہ ہوتی ہے تو وہ عشق ہے اور عشق حبیب کو حبیب تک پہنچاتا ہے)

اس پر تمام اہل تصوف کا اتفاق ہے کہ محبت ہی عین محنت ہے اور اس محنت کا نام درد ہے اور یہی درد پیر ہے۔ جس کو اس سے ایک ذرہ بھی نصیب ہوگیا تو اس نے ہمیشہ ہمیش کے لیے محبت کی لذت پالی اور مست الست ہوا۔ کاتب الحروف کا شعر ہے ۔

اَذِقْنِیْ جُرْعَةً مِّنْ کَأْسِ حُبِّکَ

وَقَدْ تَعْلَمُ بِحُبِّکَ اشْتِیَاقِیْ

یعنی اے میرے محبوب! مجھے اپنے جام محبت سے ایک گھونٹ پلادے، کیوں کہ تمھیں خوب معلوم ہے کہ میں تیری محبت کا مشتاق ہوں۔

لہٰذا جس کسی کو بھی عشق کی مستی نصیب ہوگئی۔ "فانی بحق وباقی درحق" ہوا اور اس کا حال گویا "بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یَبْصُرُ وَ بِیْ یَنْطِقُ وَ بِیْ یَبْطِشُ" (یعنی وہ مجھ ہی سے سنتا، دیکھتا، بولتا اور پکڑتا ہے) ہوگیا اور اس کا مآل وانجام "وَعِنْدَ مَلِیْکٍ مُقْتَدِرٍ" ہوگیا۔ نیز وہ "فَلاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُوْنَ" کی جماعت میں شامل ہوگیا۔ "سَیِّدِیْ رَبِّیْ اجْعَلْنِیْ مِنْ کِلَابِ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (اے میرے پروردگار! تو مجھے ان لوگوں کے کتوں میں شامل کردے جو آیۂ کریمہ "اَلَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا الخ کے مصداق ہیں)۔ آمین۔

اتباعِ اصولِ طریقت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَعُوْذُ بِرِضَاءِ کَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ

یعنی اے اللہ! تیری ناراضی سے تیری رضا کی پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

میرے دینی بھائی کے ضمیر سے پوشیدہ نہ رہے کہ فنافی الشیخ کے بعد طریقت کے آٹھ اصولوں کی پیروی میں کوشاں رہے اور سعی زیادہ کرے۔ ان آٹھ اصول طریقت کو شیخ الشیوخ، حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے بیان کیا ہے۔ چناں چہ حضرت شیخ الشیوخ فرماتے ہیں:

"انی بمبلغ علمی وقدر وسعی اعتبرت المقامات والاحوال ومراتبها وثمراتها تجمعها ثلٰثة اشیاء بعد صحة الایمان وعقوده وشروطه فصارت مع الایمان اربعة من تحقق بحقائق هٰذه الاربع یلج ملکوت السمٰوٰت ویکاشف بالقدرة والآیات ویصیرله ذوقًاوفهما بکلمات اللّٰه المنزلات وحظاً بجمیع الاحوال والمقامات فکلها من هذه الاربع ظهرت وبها تهیلَتُ وَتَاکدَت اَحَدُ الثلٰثة منها بعد الایمان التوبة النصوح والثانی الزهد فی الدنیا والثالث تحقیق مقام العبودیة بدوام العمل ظاهراً وباطناً من الاعمال القلبیة والقالبیة من غیر فتورٍوقصورٍ ثم یعان علیٰ اتمام هٰذه الاربع باربع اُخربها تمامها وقوامها و هی قلة الطعام وقلة الکلام وقلة المنام وقلة الصحبة مع الانام"۔

یعنی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں:

میں نے اپنی وسعت علم کے مطابق طریقت کے مقامات واحوال اوران کے مراتب وثمرات کے بارے میں غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ ایمان اوراس کے واجبات وشرائط کے بعد تین اصول ان سب کو جامع ہیں۔تو اب ایمان اوراس کی شرائط کے ساتھ کل چار اصول ہو گئے۔ان چاراصولوں کی حقیقت تک جس کی رسائی ہو جاتی ہے،اس پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نشانیاں منکشف ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلمات کے بابت اسے مخصوص ذوق وفہم عطا ہوتا ہے اور جملہ مقامات واحوال سے وہ بہرہ ور ہوتا ہے،اور یہ چاروں اصول ظاہر ہو جاتے ہیں......

ایمان کے بعد تین اصولوں میں پہلا توبۂ نصوح، دوسرا زہد فی الدنیا اور تیسرا بغیر کسی فتور وقصور کے بوجہ احسن قلب وقالب کے اعمال پر ظاہری وباطنی طور پر مداومت کر کے مقام عبودیت کی تحقیق ورسائی۔ان چار امور کی تکمیل دوسرے چار امور سے ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں:

قلت طعام،قلت کلام،قلت منام اور مخلوق کے ساتھ قلت صحبت وملاقات۔

اس طرح طریقت کے کل آٹھ اصول ہو گئے۔

اے عزیزو! آٹھ اصولوں کا التزام طریقت،شریعت اور حقیقت کے واجبات سے ہے۔

پہلا: اپنے ایمان کو درست کرنا چاہیے اور ایمان یہ ہے کہ باری تعالیٰ کو جملہ صفات کمالیہ کے ساتھ متصف جانے،جیسا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"آمَنتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَالْبَعْثِ بَعْدَالْمَوْتِ"۔

اور ایمان کو ایمن (محفوظ) سمجھے یعنی قلب وجسم کو ماسوی اللہ سے محفوظ جانے اور اللہ کی امانت یعنی اس کی محبت وخشیت کو دل میں جگہ دے۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

یعنی آسمان تو امانت کے بوجھ کو نہیں اُٹھا سکا اور قرعۂ فال مجھ دیوانہ کے نام سے نکل گیا۔

نیز اندیشوں اور وسوسوں کو ذکر واذکار سے دور کرے۔

دوسرا: توبۂ نصوح (سچی توبہ) کرے،یعنی" فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ وَتُوْبُوْااِلَيْهِ تَوْبَةً نَصُوْحاً

"[پس اللہ کی طرف دوڑو اور ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے] اور توبہ بقول شاعر ؎

باز می آیم و سر در قدمت می فگنم
مرا بخشندہ توئی بندۂ شرمندہ منم
رفتنی بہ بخشائے کہ باز آمدہ ام
گر تو دست ندہی دست بہ پائے کہ زنم

یعنی میں اپنے گناہوں سے باز آتا ہوں اور تیرے قدموں پر سر رکھتا ہوں۔ تو ہی بخشنے والا ہے اور میں گناہوں سے شرمسار بندہ ہوں۔ بخش دو کہ گناہوں سے باز آ گیا ہوں۔ اگر میں تیرے دستِ کرم سے محروم رہا تو میں اپنا ہاتھ تیرے پاؤں پر رکھوں گا۔

اے میرے مولیٰ! تیرے علاوہ سارے راستے تنگ ہو گئے اور میرے سارے اعمال اکارت اور ضائع ہو گئے، مگر وہ اعمال جن میں تیری رضا شامل ہے۔ تیری ہی ذات پر بھروسہ ہے۔ امید ختم ہو چکی ہے مگر تجھ ہی سے۔ تیری ہی ذات ہماری پناہ گاہ ہے۔ میں اس ذات کی پناہ میں آیا جو ملک و ملکوت کا مالک ہے اور اس کا پناہ لیا جو عزت و جبروت والا ہے اور اس ذات پر بھروسہ کیا جو ہمیشہ سے زندہ ہے، جسے کبھی موت نہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تیسرا: زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی ہے، اور یہ "وَهُوَ بِالذِّكْرِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالتِّلَاوَةِ وَالزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالنَّهْيِ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" یعنی زہد کی صفت ذکرِ الٰہی، نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن، زکوٰۃ، حج، بُری باتوں اور بُرے کاموں سے روکنا جیسے اعمال کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

چوتھا: مقامِ عبودیت کی تحقیق ہے، اور یہ "بِدَوَامِ الْعَمَلِ بِاللّٰهِ ظَاهِراً وَّبَاطِنًا مِنَ الْاَعْمَالِ الْقَلْبِيَّةِ وَالْقَالِبِيَّةِ مِنْ غَيْرِ فُتُوْرٍ وَقُصُوْرٍ وَالرِّضَاءِ بِالْقَضَاءِ" (یعنی ظاہری و باطنی طور پر قضائے الٰہی پر راضی ہو کر محض رضائے الٰہی کے لیے قلب و قالب کے اعمال پر مداومت کر کے مقامِ عبودیت تک حاصل کی جاتی ہے) اور یہ موحدیت کا بلند ترین مرتبہ ہے۔

پانچواں: قلتِ طعام یعنی کم کھانا ہے، اور یہ "وَهُوَ اِمَّا بِالصَّوْمِ اَوْ بِغَيْرِهٖ كَالْفَاقَةِ" (یعنی وہ یا تو روزہ یا بغیر روزہ مثلاً فاقہ سے حاصل ہوتی ہے)، اس لیے کہ "اَلْجُوْعُ مُخُّ

الْعِبَادَةِ وَالْفَقْرُ مِنْ تَوَابِعِ قِلَّةِ الطَّعَامِ" (یعنی بھوک عبادت کا مغز ہے اور فقر کم کھانے کے توابع میں سے ہے)۔ لہٰذا صوفی کے لیے فقر، روزہ اور توکل لازم ہے۔

چھٹا: قلت منام یعنی کم سونا ہے، اور "قِلَّةُ الْمَنَامِ وَهُوَ اِمَّا بِالصَّلٰوةِ اَوْ بِالتِّلَاوَةِ اَوْبِالذِّكْرِ اَوْبِالْعِشْقِ" (یعنی قلت منام، یہ نماز، تلاوت اور ذکر الٰہی یا عشق کی بدولت حاصل ہوتی ہے)، کیوں کہ وارد ہے "تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ" (یعنی میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا قلب بیدار رہتا ہے) ہے، اور حضرت علی مرتضیٰ-كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْمِ- سے مروی ہے۔ "حُبِّبَ اِلَیَّ الصَّلٰوةُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ" (یعنی میرے لیے رات میں نماز پڑھنا پسندیدہ قرار دیا گیا ہے، جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں)۔

ساتواں: مخلوق کے ساتھ ملاقات وصحبت، یعنی لوگوں سے کم میل جول رکھنا۔ صوفیہ کو صحبت خلق سے بچنے کے لیے عزلت نشینی اور گوشہ گیری اختیار کرنا چاہیے، تاکہ حسد، کینہ، عیب اور دیگر بُرائیوں کی آفت سے محفوظ رہیں۔ نیز اپنے مقصود کی طرف گامزن ہوں اور مخلوق بھی ان کی نفس کی شرارتوں سے نجات پائے۔

آٹھواں: قلت کلام یعنی کم بولنا ہے، تاکہ عداوت، بغض اور ریا وغیرہ کی آفتوں سے بچا رہے، بلکہ جو کچھ کہے، اپنے دوست یعنی مولیٰ ہی سے کہے۔

پس اگر تم آٹھوں اصولوں پر کما حقہ مضبوطی سے عمل پیرا ہو گئے تو اپنے شیخ کی حرمت کے طفیل خود بھی شیخ بن جاؤ گے اور "فَبِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَ بِیْ یَبْطِشُ" کے مصداق ہو کر فناء فی الفنا کے درجے تک پہنچ جاؤ گے۔

اے عزیز! نفس اور شیطان کی طرف سے غافل نہ ہو کہ یہ دونوں تیرے دشمن ہیں اور مشائخ نے جو کچھ فرمایا ہے، یہاں وہی لکھا، اپنی طرف سے کچھ نہیں۔ ع

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد

لیکن مشائخ کا قول ہے کہ "دوڑ لگانے والا ہی منزل تک پہنچا، لیکن ہر دوڑنے والا نہیں"۔ لہٰذا جدوجہد کرنی چاہیے۔ "فَاِنْ فَازَ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً وَاِنْ مَاتَ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ" (یعنی اگر کامیاب ہو گیا تو بے شک بڑی کامیابی مل گئی اور اگر مر گیا تو اس کا اجر اللہ

کے ذمۂ کرم پر ہے)،اور یہ بھی ایک بڑی دولت ہے کہ ”مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِيَتُهٗ، وَهٰذَا هُوَ مُرَادُ الْعَاشِقِيْنَ“ ۔(یعنی جس کو میں نے اپنے عشق میں قتل کیا،اس کا خون بہا خود میں ہی ہوں اور یہی عاشقوں کی مراد ہے)،اس لیے کہ عاشق کی مراد دراصل معشوق کی مراد ہے۔

تا ترک مراد خود نہ کردی صد بار
یک بار مراد در کنارت نہ آید

اُرِيْدُ وِصَالَهٗ وَيُرِيْدُ هِجْرِیْ
فَاَتْرُكُ مَا اُرِيْدُ لِمَا يُرِيْدُ

نگہ را فارغ از ہجر وصالت مہوشی ہردم
بصد جاں آرزو دارد زعشقت سوز پنہانی

لِاَنِّیْ فِی الْوِصَالِ عَبِيْدُ نَفْسِیْ
وَفِی الْهِجْرَانِ مَوْلٰى لِلْمَوَالِیْ
وَشُغْلِیْ بِالْحَبِيْبِ بِكُلِّ وَجْهٍ
اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شُغْلِیْ بِحَالِیْ

یعنی جب تک تو اپنی مراد کو سو بار ترک نہیں کردے،ایک بار بھی مراد تیرے ہم آغوش نہ ہوگی۔میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ میری جدائی چاہتا ہے۔تو میں اس کو ترک کردیتا ہوں اور وہ جو چاہتا ہے،میں اُسے کرتا ہوں۔مہوشی ہردم تیرے وصال کی جدائی سے نگاہ کو فارغ اور سو جان سے اپنے دل میں تیرے سوزِ عشق کی تمنا رکھتا ہے۔اس لیے کہ میں وصال میں اپنے نفس کا اور جدائی میں اپنے مولیٰ کا غلام ہوں،اور میرا کام مکمل طور پر اپنے محبوب میں مشغول ہو جانا ہے۔میرے حال کے مطابق یہ میرے شغل سے زیادہ محبوب و عزیز ہے۔

قلم یہاں تک پہنچ کے تھک گیا-رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ مَحَبَّةَ حَبِيْبِهٖ بِحَبِيْبِهٖ-

صفائے باطن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ الْفَنَاءَ فِیْ الشَّیْخِ وَمَقَامَ الْهُوِیَّةِ بِکَرَمِکَ وَ بِحَبِیْبِکَ سَیِّدِیْ رَبِّیْ (یعنی اے میرے اللہ! اپنے فضل وکرم اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل مجھے شیخ کی ذات میں فنا ہونے کی توفیق دے اور مقام ہویت عطا فرما)

اس دعا کے بعد میرے دینی بھائی کے دل پر روشن ہو کہ فنافی الشیخ حاصل ہونے کے بعد اس بات کی کوشش زیادہ کرنی چاہیے کہ فنافی الفناء اور ہویت در شیخ حاصل ہو جائے اور ہویت ''ھُوَھُوَ'' ہو جانا ہے اور ''ھُوَھُوَ'' ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ ع

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد

چناں چہ روایت ہے کہ شیخ الشیوخ، حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی مجلس میں چار اشخاص تشریف لائے اور ان میں سے ہر ایک مقام ہویت پر پہنچے ہوئے تھے۔ جب حضرت شیخ الشیوخ پر یہ بات منکشف ہوئی تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کن چیزوں پر آپ اختیارِ ہویت رکھتے ہیں۔ ایک نے کہا پانی پر، دوسرے نے بتایا مٹی پر، تیسرے نے جواب دیا آگ پر اور چوتھے نے کہا ہوا پر۔

حضرت شیخ الشیوخ نے ایک قاب میں پانی منگوایا، مٹی کا ایک تودہ بنوایا، پھر ایک تنور میں آگ جلوائی۔ ان چار صاحبان میں سے ایک اُٹھے اور ''ھُوَھُوَ'' کہتے ہوئے پانی والے قاب میں پاؤں رکھا اور غائب ہو گئے۔ دوسرے صاحب مٹی کے تودے پر کھڑے ہوئے اور ''ھُوَھُوَ'' کہتے ہوئے غائب ہو گئے۔ تیسرے شخص نے ''ھُوَھُوَ'' کہا اور جلتی آگ میں قدم رکھ دیا اور پھر نظر نہ آئے اور چوتھے ''ھُوَھُوَ'' کہتے ہوئے ہوا پر جھونکے کی طرح ہوا ہو گئے۔

حضرت شیخ الشیوخ انگشت بدنداں حیرت وتعجب کرتے رہے۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو پھر چاروں حاضر آئے اور اپنی اپنی کیفیت عرض کی۔

اے عزیز! یہ ہویت ہے مگر ہویت مجازی، کیوں کہ ہویت حقیقی کچھ اور ہی ہے۔ ہر سعادت مند جسے مقام ہویت نصیب ہو جائے، ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ہوا۔

اے عزیز! ابو یوسف ابوحنیفہ ہیں۔ ''وَتَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ'' (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات سے اپنے کو متصف کرو) اور ''دَخَلْتُ عَلَى الرَّبِّ بِطَرِيْقِ الرَّبُوْبِيَّةِ لَا بَطَرِيْقِ الْعَبُوْدِيَّةِ'' (یعنی میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ربوبیت کے طریقے پر آیا عبودیت کے طریقے پر نہیں) امکان کی حد میں ہیں؛ لیکن ''هُوَ هُوَ'' درحقیقت مشکل اور دشوار ہے۔ کہتے ہیں ؎

مردان خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند

جب تک اپنے آپ اور خودی سے فنائے مطلق نہ ہو اور بقا بالشیخ حاصل نہ ہو جائے، کچھ نہیں نظر آنے کا۔ لہٰذا خود کو شیخ کے سپرد کردو کہ ''كَالْمَيِّتِ بَيْنَ يَدَيِ الْغَسَّالِ'' (یعنی جیسا کہ مردار غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے) اور ''اَلْاِرَادَةُ تَرْكُ الْاِرَادَةِ لِلْمُرِيْدِ'' (یعنی ارادت کا مطلب مرید کا اپنے ارادے کو ترک کر دینا ہے)، اور دنیا و آخرت کسی چیز کو خاطر میں نہ لائے۔ ''اَلدُّنْيَا لَكُمْ وَالْعُقْبٰى لَكُمْ وَالْمَوْلٰى لِيْ'' (یعنی دنیا تمھارے لیے، عقبیٰ تمھارے لیے اور مولیٰ میرے لیے ہے) ؎

اے خلق حدیث او بگوئید
باقی ہمہ دلبران شما را

یعنی اے لوگو! صرف اس ذات کا تذکرہ کرو جو میرا محبوب ہے اس کے علاوہ جتنے لوگ ہیں، وہ تم کو مبارک ہو۔

اور مولیٰ کی محبت کے علاوہ دل میں کچھ نہ رہے۔ کاتب کا شعر ہے ؎

در منزل سر مہوشی را
جز عشق او میہماں نگنجد

یعنی مہوشی کے نہاں خانۂ دل میں اے محبوب تیرے عشق کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے۔

صفائے باطن کا مطلب یہی ہے کہ دوست (محبوب)، اس کی محبت اور اس کے خیال کے سوا کسی دوسری شے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ صَفَاءَ الْبَاطِنِ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِہٖ، سَیِّدِیْ اَحْیِنِیْ مُحِباً لَّکَ وَاَمِتْنِیْ مُحِباً لَّکَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت کے طفیل صفائے باطن کی دولت عطا فرمائے۔ اے میرے مولیٰ! مجھے تو زندہ رکھنا تو اپنا محبّ بنا کر اور موت دینا تو اپنا محبّ بنا کر۔

کمالِ ہمت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ حَرِّقْ قَلْبِیْ بِنَارِ شَوْقِکَ

(یعنی اے اللہ! تو میرے قلب کو اپنے شوقِ دیدار کی آگ سے جلا دے)

اس دعا کے بعد برادرِ دینی سے مخفی نہ رہے کہ پوری ہمت اور سارا یقین اسی پر ہو کہ اللہ تعالیٰ شہید و بصیر ہے۔ ''فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ'' (یعنی اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو، تو کم از کم یہ ضرور ایمان رکھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے) تا کہ اس کے ظاہر نتائج حاصل ہوں اور اس سے انس و یگانگت پڑھے، اور ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ'' (یعنی ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کا راز کھل جائے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمُ الْحُضُوْرَ بِالْحَبِیْبِ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں محبوب کی بارگاہ میں حضوری کی دولت عطا فرمائے) اور ''فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ'' (یعنی تم جدھر پھرو، وہیں اللہ کی ذات ہے) کی تجلی ہو، اور ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ'' کا مضمون اس کی مدد اور اس کے کرم سے واضح ہو جائے۔ نیز اپنی ذات پر اس کے معنی کا احاطہ (اطلاق) کوئی مشکل نہ رہے۔ مثلاً:

ہانڈی میں پانی ڈال کر آگ پر رکھ دیا جائے تو آگ اس انداز سے پانی پر حاوی ہو گی کہ اس کی ساری خاصیت پانی میں پیدا ہو جائے گی۔ ہر چند آگ اور پانی کی ضد برقرار رہے گی لیکن کھولتا پانی تھوڑا بھی بدن پر گرے تو جلا دے اور آبلہ پیدا ہو جائے۔

لہٰذا بصیرت کی آنکھ سے دیکھو کہ کس طرح آگ پانی پر غالب ہو گئی۔ اگر ہانڈی آگ اور پانی کے درمیان حائل (پردہ) نہ ہو تو پانی ہو گا نہ آگ۔ ''ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ'' (یعنی خشکی و تری میں فساد ظاہر ہو گیا) شریعت کی دیوار ہی حجاب ہے۔ پس یہاں نہ پہلے والا پانی ہے اور نہ ہی یہ پانی آگ ہے؛ بلکہ اس پانی کی صفتوں میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ اس مثال سے

احاطہ کا معنی اور "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" کے مفہوم کو سمجھنا چاہیے کہ اس سے نہ اتحاد لازم آتا ہے نہ حلول، کیوں کہ اگر پانی اور آگ ایک ہوں تو آگ بجھ جائے گی اور پانی جل کے اُڑ جائے گا۔ لٰہذا اب اتحاد اور حلول کا شبہ باقی نہ رہا۔

مہوشی را ز مہوشی برہان

جب تک تم فانی مطلق نہیں ہو جاتے "اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہِ" کے معنی سے آگاہ نہ ہو سکو گے، کیوں کہ فقر اخلاق کی بدلی ہوئی شکل ہے اور فنا کے بعد عبد کہاں اور عبودیت کہاں۔ "فَلَا یَبْقٰی سِوَی الْحَبِیْبِ" اور اسی سے "اَللّٰہُ لَاسِوَاہُ" کے معنی سمجھو۔

کجا غیر کو غیر و کو نقش غیر
سوی اللّٰہ واللّٰہ مافی الوجود

یعنی یہاں غیر کہاں جسے ہم غیر یا غیر کی تصویر کہیں۔ خدا کی قسم یہاں اللہ کے سوا کسی کا وجود نہیں۔

"فَبِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یَبْصُرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ" کا ظہور ہوتا ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔ اب جان لو کہ یہ مرتبہ اور یہ مقام صرف اللہ کی عنایت اور پیر کامل کی توجہ پر ہی منحصر ہے۔ گویا پیر روشن ضمیر سے باطنی تعلق ہی اس راہ کی پونجی ہے۔

ہرقوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بہ سمت کج کلا ہے

یعنی ہر قوم کے لیے ایک راہ، ایک دین اور ایک قبلہ گاہ ہے اور میں نے اپنا قبلہ (اپنے محبوب) کج کلاہ کی طرف درست کرلیا ہے۔

کاتب الحروف کا شعر ہے۔

مہوشی جان تست فتح اللہ
بلکہ ایمان تست فتح اللہ

یعنی اے مہوشی! تیری جان شیخ فتح اللہ ہیں بلکہ تیرا ایمان ہی شیخ فتح اللہ ہیں[1]۔

---

[1] شیخ فتح اللہ راج گیری، یہ مصنف کتاب بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی کے مرشد گرامی تھے۔۱۲

"اَلْفَنَاءُ فِی الشَّیْخِ هُوَالْفَنَاءُ فِی اللّٰهِ وَالْبَقَاءُ بِاللّٰه (یعنی شیخ میں فنا ہونا ہی فنافی اللہ ہے اور یہی بقاباللہ بھی)- رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ"۔

الغرض! پیر کو جس رنگ میں دیکھو، دل سے دیکھو اور خانۂ دل کو غیر پیر سے پاک کردو۔ کاتب السطور کا شعر ہے ۔

در منزل سر مہوشی را
جز عشق تو میہماں نگنجد

یعنی مہوشی کے نہاں خانۂ دل میں اے محبوب تیرے عشق کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مُحِبّاًلَّکَ وَاَمِتْنِیْ مُحِبّاًلَّکَ- آمین

پرورشِ قلب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس دعا ''اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ اِلٰی صِرَاطِکَ الْمُسْتَقِیْمِ'' کے بعد میرے دینی بھائی! تم پر واضح ہو کہ کوشش اس بات کی زیادہ کرنی چاہیے کہ صراط مستقیم (سیدھی راہ) نصیب ہو اور دل اسی طرف مائل رہے۔

وَالطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ

وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشَقُوْنَ مَذَاھِبُ

اور یہ جاننا چاہیے کہ سیدھی راہ کہاں ہے۔ یہ سچا راستہ نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں، بلکہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف ہے۔ چناں چہ حدیث قدسی ہے:

''اَنَاعِنْدَالْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ'' (یعنی میں ٹوٹے دلوں کے پاس ہوتا ہوں)

لہٰذا وہ دل پہچاننا چاہیے اور اپنے لیے ایسا ہی دل تلاش کرے۔ دل گوشت کا ٹکڑا نہیں جو گائے اور گدھے کو بھی ہوتا ہے، بلکہ جو روح اور نفس کے باہم اختلاط سے بطور فرزند حاصل ہو، اسی کا نام دل ہے۔

نفس جو ایک سرکش عورت کے مثل ہے جب تک وہ روح کو اپنا شوہر جان کر اپنا جسم اسے سپرد نہ کر دے اور روح اس پر قدرت پا کے استعمال نہ کرے، تو فرزند کیسے پیدا ہوگا؟ -اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ- روح میں اگر مردانگی (رجولیت) نہ ہوگی تو نفس یعنی سرکش عورت شیطان سے جفت کرے گی، کیوں کہ نفس اور شیطان میں جنسیت بھی ہے۔ نفس و شیطان کی جفتی سے جو فرزند پیدا ہوگا، اس کا نام خناس ہے۔ یہ خناس اگر بڑھ گیا (بالغ ہو گیا) -اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ- تو ملک قلب پر حکومت کرنے لگے گا۔ ''فَظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ الْخَنَّاسِ''۔

لہٰذا اے بھائی! روح کو مردانگی اور رجولیت کی دوا دینی چاہیے کہ زن سرکش (نفس)

پر وہ (روح) اپنا قابو اور تصرف بنائے رکھے، اور یہ دوا روح کی تمنا کو پوری کرنا اور نفس سرکش کی خواہشوں کو مارنا ہے، یہاں تک کہ نفس کمزور اور روح طاقت ور ہو جائے اور نفس سرکش کو اپنے آغوش میں دبوچ لے اور تصرف کرے تا کہ وہ فرزند پیدا ہو سکے، جس کا نام دل ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ۔

دل پیدا ہو جائے تو اس کی ایسی پرورش کرنی چاہیے کہ اس میں علوی (روحانی) صفتیں پیدا ہوں، کیوں کہ اس کی ماں جو نفس ہے، سفلی ہے اور اس کا باپ (روح) علوی ہے۔ اگر اس (دل) میں اس کی ماں سے یعنی نفس کی سفلی صفتیں پیدا ہو جائیں اور وہ جسم کی مملکت میں تصرف کرے، تب بھی یہی حال ہوگا کہ "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" تو باپ کی مرضی کے مطابق دل کی پرورش و پرداخت کرنی چاہیے، تب ہی "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِیْهِ" کا ظہور ہوگا اور پھر "مَا صَلَحَ صَلَحَ الْمُلْکُ" یعنی دل کی اصلاح ہو جانے کے بعد مملکت جسم کی اصلاح بھی ہو جائے گی، کیوں کہ "اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ آدَمَ قَلْبًا فَاِذَا صَلَحَ صَلَحَ جَمِیْعُ أَعْضَائِهٖ وَاِذَا فَسَدَ فَسَدَ جَمِیْعُ أَعْضَائِهٖ" (یعنی بے شک آدم کی اولاد میں ایک دل ہے کہ اگر یہ درست ہو تو اس کے تمام اعضا درست ہوں گے اور اگر یہ خراب ہو تو اس کے تمام اعضا خراب ہوں گے)۔ ایسا فرزند محبوب حق ہے اور محبوب کا ملک اس کو بخش دیا جاتا ہے۔

لہٰذا میرے پیارے! جب اللہ ایسا دل نصیب کرے تو اسے ایسے ہی دل کی طرف لے جائے جو اس کا استاد بن سکے اور "مِنَ الْقُلُوْبِ اِلَی الْقُلُوْبِ" سچ ثابت ہو۔ وہی دل پیر و مرشد ہے جو اللہ کا محبوب ہوا۔ پس استاد کے سامنے شاگرد کو یوں رہنا چاہیے جیسے میت (مردہ) غسال (نہلانے والے) کے ہاتھوں میں ہو، تا کہ اللہ کی مرضی کے مطابق اس کو ادب سکھائے اور ایسی تعلیم دے کہ "یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ" کے شایان شان ہو اور "عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ" کی منزل پا کر "مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" کا سزاوار ہو۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ۔

اب دل کہے گا کہ "دُلَّنِیْ عَلٰی اَقْرَبِ الطُّرُقِ اِلَی اللّٰهِ فَیَقُوْلُ الْاُسْتَاذُ وَهُوَ حَبِیْبُ الرَّحْمٰنِ اَوْ وَارِثُهٗ غَمِّضْ عَیْنَاکَ وَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا اَخَذْتَ وَقُلْتَ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ فَوَجَدْتَ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ"۔

یعنی مجھے اللہ تک پہنچنے کے لیے سب سے قریب والا راستہ بتاؤ تو استاذ جو اللہ تعالیٰ کا حبیب یا اس کا وارث ہوتا ہے۔ ارشاد فرمائے گا کہ دنیا سے اپنی آنکھیں بند کرلو اور ''لا اِلٰـــہَ اَلّا اللہُ'' کہو۔ جب تم استاذ کی بات مان کر چھپا کر وظاہر کر کے اسے کہو گے تو صراط مستقیم پالو گے۔

جاننا چاہیے کہ ذکر کے سلسلے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ منقول اور ثابت ہے، اسی طریقہ کے مطابق اسے پابندی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ چاہے وہ جہری ہو خواہ خفی یا اخفیٰ جسے خفی الخفی بھی کہتے ہیں۔

ہر ذکر کے لیے وقت ہوتا ہے اور احوال ہوتے ہیں۔ چناں چہ شیخ پہلے ذکر جہر کی تعلیم دے گا۔ خواہ وہ ذکر یک ضربی، دوضربی، سہ ضربی، چہار ضربی سے لے کردہ ضربی و بارہ ضربی ہو برزخ ملاحظہ وارادہ کے ساتھ اور مفہوم ملاحظہ وارادہ کے ساتھ۔ ''فَاِنْ رَغِبْتَ فَعَلَیْکَ بِخِدْمَةِ الشَّیْخِ'' یعنی اگر اذکار کی طرف تیرا میلان ہو تو خدمت شیخ کو لازم پکڑو۔ اس کے بعد ذکر خفی کی تعلیم دے گا جو ذکر کا درمیانی مرتبہ ہے، پھر اس کے بعد ذکر اخفی کی تعلیم دے گا جو ذکر کا انتہائی مرتبہ ہے۔

ان سب کے بعد مراقبہ کی منزل آتی ہے۔ ''وَشَرَائِطُهَا وَاَحْوَالُهَا تُعْرَفُ بِالشَّیْخِ فَاِنْ رَغِبْتَ فَعَلَیْکَ بِهٖ وَاِذَا فَعَلْتَ مَایَأْمُرُبِهِ الشَّیْخُ وَجَدْتَّ مَاوَجَدْتَّ وَتَریٰ مَاتَریٰ وَتَعْلَّمَ مَا تَعْلَّمَ'' یعنی اور مراقبہ کے شرائط واحوال کا علم شیخ سے حاصل ہوگا۔ اگر تمھیں اس کی رغبت ہو تو شیخ کی صحبت لازم سمجھو اور جب تم شیخ کے حکم کی (بجا آوری) کے حکم پر عمل کرو گے تو تمھیں بہت کچھ حاصل ہوگا۔ بہت کچھ دیکھو گے اور بہت کچھ جان جاؤ گے۔

اس کے بعد تیرا دل اللہ کا قائل ہوگا اور ''اِذَاتَمَّ الْفَقْرُفَهُوَاللّٰهُ '' کا راز ظاہر۔ قلم یہاں تک آ کے تھک گیا۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ مُتَابعَةَ حَبِیْبِهٖ بِحَبِیْبِهٖ۔

انکشافِ رازِ الٰہی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَللّٰھُمَ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَن یُّحِبُّکَ

[یعنی اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ تم سے محبت کروں اور جس نے تم سے محبت کی، یا کرتا ہے، یا کرے گا اس سے بھی محبت کروں]

میرے دینی بھائی کے ضمیر سے پوشیدہ نہ رہے کہ دل شیخ کی یاد سے کسی وقت بھی خالی نہ رہے تاکہ محبت کا پھل نصیب ہو۔ کیوں کہ "مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ" (یعنی جو شخص کسی چیز کو پسند کرتا ہے، اس کا وہ بار بار ذکر کرتا ہے)۔ کاتب کا شعر ہے ؎

اے یاد تو قوت جان عشاق
وے عشق تو روح بخش ہر جاں

یعنی اے وہ ذات جس کی یاد عاشقوں کی جان کی قوت ہے اور جس کا عشق ہر جان کے لیے روح پرور ہے۔ باری تعالیٰ کا راز تو اسی مراقبۂ شیخ سے کھلتا ہے اور شیخ کی تعظیم اس حد تک لازم ہوتی ہے کہ ان کو سجدہ کیا جائے:

"مِنَ الْقُشَیْرِیْ مَاکَانَ آدَمُ وَذُرِّیَّتُہٗ مَسْجُوْدَ الْمَلَائِکَۃِ وَلٰکِن اخْتَصُّوْا بِسِرٍّ مِّنْ اَسْرَارِ الرُّبُوْبِیَّۃِ فَمَنْ ظَھَرَ عَلَیْہِ ذَالِکَ السِرُّ بِالضَّرُوْرَۃِ یَسْجُدُ وَکَانَ سَجْدَۃُ اِخوَۃِ یُوْسُفَ وَاَبَوَیْہِ مِنْ ھٰذَاالْقَبِیْلِ"۔

امام قشیری سے منقول ہے کہ حضرت آدم اور ان کی ذریت کو مسجود ملائکہ ہونے کا شرف محض اس لیے حاصل ہوا کہ انہیں ربوبیت کے راز میں ایک راز بطور خاص عطا کیا گیا، جس پر یہ راز ظاہر ہو گیا، یقیناً وہ سجدہ ریز ہوگا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور ان کے

والدین کا سجدہ اسی قبیل سے تھا۔

لہٰذا جس کسی کو بھی سر ربوبیت کی میراث حاصل ہوتی ہے، اس کے مریدوں پر اس کا سجدہ فرض ہوتا ہے۔ "فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِيْسَ آبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ" ۔

لہٰذا وہ لوگ جو اپنے پیر میں اس راز کو دیکھ لیں اور اسے سجدہ نہ کریں تو وہ کافر طریقت ہوں گے۔ "هٰذِهِ السُّنَّةُ بَاقِيَةٌ اِلٰى سَاعَتِنَا هٰذِهٖ" یعنی یہ طریقہ ہمارے دور میں بھی جاری ہے۔ اور وہ مرید جس نے سر ربوبیت کے مظہر کو نہ دیکھا اپنی آنکھوں سے مگر اپنے شیوخ کی پیروی میں سجدہ روا رکھتا ہے تو جائز ہوگا اور تقلید پیر کی حرمت سے حقیقت کی تجلی نصیب ہوتی ہے۔ "بِمَنِّهٖ وَفَضْلِهٖ"۔

مرید مراقبۂ شیخ میں یوں محو ہو جائے کہ "فِىْ كُلِّ حِيْنٍ وَّ فِىْ كُلِّ مَكَانٍ" پیر اس کے سامنے پہلے حاضر و ناظر ہے تو یہ مراقبۂ پیر اس کی مدد کرے گا اور پیر سے شرم کرنے کی وجہ سے مرید گناہ سے باز رہے گا اور پیر کے نقش قدم پر گامزن ہوگا۔

اگر پیر کی یہ نعمت تم کو حاصل نہ ہو۔ العياذ باللّٰهِ۔ تو "مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ" خود ایک نعمت ہے۔ "وَاِنَّ اللّٰهَ لَيَدْفَعُ بِالْمُسْلِمِ الصَّالِحِ عَنْ مِآةٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ مِنْ جِيْرَانِهٖ الْبَلَاءَ صَدَقَ حَبِيْبُ اللّٰهِ وَاَيْضًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُصْلِحُ بِصَلَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهٗ وَوَلَدَ وَلَدِهٖ وَاَهْلَ دُوَيْرَتِهٖ وَدُوَيْرَاتٍ حَوْلَهٗ وَلَا يَزَالُوْنَ فِىْ حِفْظِ اللّٰهِ مَادَامَ فِيْهِمْ" ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کے صدقے میں ان کے سیکڑوں اہل خاندان اور ہمسائیوں سے بلا کو دور کر دیتا ہے۔ سچ فرمایا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایک نیک آدمی کی نیکی کے صدقے میں اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے گھر والوں اور اس کے پڑوس کے گھر والوں کو نیک وصالح بنا دیتا ہے اور وہ جب تک ان کے بیچ رہتا ہے، یہ لوگ اللہ کے حفظ و امان میں ہوتے ہیں۔ کیوں کہ مشہور ہے "صَلَاحُ الْآبَاءِ فَلَاحُ الْاَبْنَاءِ" اور باری تعالیٰ عز و جل اپنے حبیب کی شان میں فرماتا ہے: "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ" ۔ و "هٰكَذَا حَبِيْبُ حَبِيْبِهٖ وَوَرَثَتِهٖ" ۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمُ الْمَحَبَّةَ بِالشَّيْخِ وَالْفَنَاءَ فِى الشَّيْخِ ۔ آمین آمین۔ اور یہی شان اللہ کے حبیب کے محبوبین اور ان کے وارثین کی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پیر کی ذات میں فنائیت اور اس کی ذات سے محبت و عقیدت کی دولت عطا فرمائے۔ آمین آمین۔

جذبۂ خدمت خلق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰهُمَّ اَذِقۡنِیۡ جُرۡعَةً مِّنۡ کَاۡسِ شُیُوۡخِیۡ وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ کِلَابِهِمۡ۔

(یعنی اے اللہ! مجھے اپنے مشائخ کے پیالوں سے ایک گھونٹ کی لذت عطا فرما اور ان کے کتوں میں شمار فرما)

اس دعا کے بعد میرے دینی بھائی! تم سے مخفی نہ رہے کہ مضبوط ارادہ چاہیے کہ کسی حال میں بھی خدمت خلق کا جذبہ کم نہ ہو۔ کیوں کہ جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے، وہ خدمت ہی سے ہے۔ مشہور ہے ''ہر کہ او خدمت کند مخدوم شد'' اور ''ہر چند خدمت بیشتر نتیجۂ بیشتر''۔ اگر کوئی مردہ اور مزار کی بھی خدمت کرے تو اسے اس کا اجر ملتا ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدیؔ نے فرمایا ہے ؎

آں کہ نہ شمیدہ است وقتی بوے عشق

گو بہ شیراز آئی و خاک من بہ بوی

یعنی جس نے کبھی محبت کی خوشبو نہیں سونگھی ہے، اس سے کہو کہ وہ شیراز آئے اور میری خاک کو سونگھے۔

منقول ہے کہ ایک شخص یہ شعر سن کر اپنے ملک سے شیراز کا سفر کیا اور شیخ سعدی کی قبر پر پہنچ کے یہ شعر پڑھا۔ کچھ دیر وہاں کھڑا رہا اور اس نے سعدیؔ کی خوشبو محسوس کی۔ محبت کے وفور سے اس کا سینہ پھٹ گیا اور جان جان آفرین کی سپرد کر دی۔ چہ جائے کہ شیخ زندہ و موجود ہو کہ وہ ''کالنبی فی قومہ'' کے مثل ہے۔ زندہ کرنا اور مارنا اس کی صفت ہے۔ ممکن ہے کہ تیرے مردہ دل کو اپنے لطف سے زندہ کر دے۔ وہ لوگ جو مٹی کو اپنی نگاہ سے سونا کر دیتے ہیں۔ کیا عجب تمھارے قلب نابینا کو بھی ایک نظر میں زر خالص (سونا) بنا دیں۔

بہر حال ''هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ'' جوگی جو باطل پر ہیں، ان سے بھی کم تر

مت رہو۔ کیوں کہ وہ گرہی میں رہ کر بھی دس دس، بیس بیس اور تیس تیس سال اپنے گرو کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ جو خدمت کرنے میں مٹ گیا، وہ بن گیا۔

کمتر از ہندو زنے نتواں شد اندر راہ عشق

کز برائے مردہ سوزد زندہ جان خویش را

یعنی راہ عشق میں ایک ہندو عورت سے بھی کمتر نہیں رہنا چاہیے جو ستی ہو کر ایک مردہ کے لیے اپنے آپ کو جلا دیتی ہے ۔

حاصل عشقت سہ سخن بیش نیست

خام بدم پختہ شدم سوختم

یعنی تیرے عشق کا حاصل تین باتوں سے زیادہ نہیں۔ خام تھا، پختہ ہو گیا اور آتش عشق میں جل گیا۔

ایک دوسرے نے کہا ہے ۔

حاصل عشقت سہ سخن بیش نیست

سوختم و سوختم و سوختم

یعنی تیرے عشق کا حاصل تین باتوں سے زیادہ نہیں۔ میں نے خود کو جلا دیا، جلا دیا، جلا دیا۔

اَللّٰھُمَّ اِحْرِقْ قَلْبِیْ بِنَارِ شَوْقِکَ (یعنی اے اللہ! میرے قلب کو اپنے شوق کی آگ سے جلا دے) اور "اَلْعِشْقُ نارٌ یُحَرِّقُ مَاسَوی اللّٰہِ" (یعنی عشق ایک ایسی آگ ہے جو ماسوای اللہ کو جلا دیتی ہے) کو نتیجہ بنا دے۔ اَلْعَاقِبَةُ بِالْعَافِیَةِ۔

ثمرۂ محبت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل کردے جو آیت کریمہ "اَلَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا" کے مصداق ہیں۔

میرے دینی بھائی! جان لو کہ کوشش نفس سے جہاد میں ہونی چاہیے جیسا کہ اوراد میں ذکر ہے۔ روزہ، نماز، تسبیح و ذکر جہاں تک ممکن ہو بجالائے۔ شاید ظاہری اعمال کی برکت سے باطنی فراخ (کشادگی) نصیب ہو کہ "اَلْاَعْمَالُ تُوْرِثُ الْاَحْوَالَ" یعنی اعمال احوال کے باعث اور سبب ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ محض اپنی کوشش سے نہیں ہوتا۔ ع

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد

جب تک "یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ" کی قوت کشش ہمارے عنان توجہ کو نہ کھینچے، ہم کمزوروں ناتوانوں سے اور کوئی کام نہیں بنتا، تاہم اس کوشش میں لگے رہنا چاہیے۔ کیوں کہ "کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ" کا ظہور ہوتا ہے اور "یُحِبُّهُمْ" کا راز ظاہر ہوتا ہے خواہ محبت کا داعیہ (دعویٰ) اس میں رہے یا نہ رہے۔ محنت و مشقت جو اس عمل سے متعلق ہے، اس لیے ہوتی ہے کہ اس کا راز وقوع کے بعد کھلتا ہے۔ "جَذْبَةٌ مِّنْ جَذْبَاتِ اللّٰهِ" مقدر ہے اور "مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ"۔ لہٰذا عمل پیہم کرتا رہے اور سست و کاہل نہ بنے کہ "مَنْ تَعَلَّقَ بِالْكَسَلِ فَلْیَاَسْ عَنْ سَعَادَةِ الدَّارَیْنِ" یعنی جو سستی و کاہلی میں لگا رہے تو اسے چاہیے کہ وہ دارین کی سعادتوں سے نا اُمید ہو جائے۔

اگر ربوبیت کے بھیدوں میں سے تم پر کوئی بھید کھل جائے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاكُمْ۔ تو خوش اور مغرور ہو کر وہ عمل ترک نہ کرو، بلکہ جاری رکھو کہ۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْحُوْرِ بَعْدَ

اَلْکَوْرِ۔ یعنی زیادتی کے بعد کمی یعنی کمال کے بعد تنزلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔کسب اعمال جتنا زیادہ ہوگا، کشف احوال میں بھی افزائش ہوگی۔رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔

میرے بھائی! مزید جان لو کہ حصول رزق کے لیے بھی جدوجہد میں کمی نہ ہو کہ ''وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّاعَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا'' پروردگار کی کفالت پر یقین رکھو مگر خود کو متوکل نہ شمار کرو۔''وَکَاَیِنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَھَا،اللّٰہُ یَرْزُقُھَاوَاِیَّاکُمْ'' ، بلکہ توکل حقیقۃً ''اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ'' ہے۔ ہر کام اور ہر مہم میں خود کو اللہ کے سپرد کردو اور ہر مراد اسی سے چاہو اور ''اَلنَّافِعُ وَالضَّارُّ'' اسی کو جانو کہ ''اَلرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ مِنْ اَعلیٰ مَرَاتِبِ الْمَوْحَدِیَّۃِ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا عقیدہ توحید کا بلند ترین مرتبہ ہے۔

بہر حال! خواہ کسب ہو خواہ غیر کسب اپنی سعی و عمل ترک نہ کرو!

سعدیؔ از عشق بنازد چہ کند ملک وجود
حیف باشد کہ ہمہ عمر بباطل گذرد

یعنی سعدی کو اپنے عشق پر ناز ہے، اس کے لیے اس دنیا کی بادشاہی کسی کام کا نہیں۔ کس قدر افسوس ہوگا اگر زندگی یوں ہی بے کار گذر جائے۔

کس قدر افسوس کی بات ہوگی اگر زندگی گمراہ گذرے۔ ''خِدْمَۃُ الْمَحْبُوْبِ مِنْ ثَمَرَاتِ الْمَحَبَّۃِ فَمَنْ خَدَمَ بِالتَّلَذُّذِعَلِمَ اَنَّ لَہٗ مَحَبَّۃً وَرَضِیَ بِقَضَاءِ ہٖ'' یعنی محبوب کی خدمت اس کی محبت کا حسین ثمرہ ہے، جس نے محبوب کی خدمت میں لذت محسوس کی، اسے اپنی محبت کے کامل ہونے کا یقینی علم حاصل ہو گیا اور وہ محبوب کے فیصلے پر راضی ہو گیا۔

وَلَوْ بِیَدِ الْحَبِیْبِ سَقَیْتُ سُمًّا
لَکَانَ السُّمُّ مِنْ یَدِہٖ یَطِیْبُ

یعنی اگر مجھے محبوب کے ہاتھوں سے زہر پینا پڑے تو میرے لیے زہر کا وہ پیالہ دست محبوب کی برکت سے خوش گوار ہو جائے گا۔

''رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْاعَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ'' ۔یعنی اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہ رتبہ ان کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔لہٰذا کسی چیز کے

ملنے سے خوش اور کسی چیز کے کھو جانے سے غمگین نہ ہو، ہمیشہ دوست کے غم، دوست کے خیال اور اس کی خدمت میں زندگی گزارو۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔

مہوشی را یقین است کہ سر مہر
جز خیالت ازیں جہاں نبرد

یعنی مہوشی کو یقین ہے کہ محبت کا راز اس جہاں سے تیرے خیال کے سوا حاصل نہ ہوگا۔ ورنہ۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ (اللہ کی پناہ) زندگی "اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا" کے زمرے میں آجائے گی۔

عاشقان جاں زپئے مصطفیٰ می خواہند
تا نثار قد بالائے دل آرام کنند

یعنی عاشقوں کو اپنی جان محض اس لیے عزیز ہے تاکہ اسے محبوب دل آرام کے بلند قد وقامت پر قربان کردیں۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مِنْ کِلَابِ اَحِبَّائِکَ بِکَرَمِکَ وَحَبِیْبِکَ.

عبادتِ درویش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الۡھَادِیۡنَ الۡمَھۡدِیۡنَ وَلَا تَجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الضَّالِّیۡنَ الۡمُضِلِّیۡنَ بِکَرَمِکَ وَبِحَبِیۡبِکَ

اس دعا کے بعد تمھارے ضمیر پر روشن ہو کہ سخت کوشش اس بات کی ہو کہ شیطان کے وسوسے اور نفسانی خواہشات دل میں گھر نہ کرنے پائیں اور قلب ہر وقت حق کی طرف متوجہ اور تصورِ شیخ سے متوسل رہے، تاکہ غلط خواہشوں کی نفی ہوتی رہے کہ ''عِبَادَۃُ الۡفَقِیۡرِ نَفۡیُ الۡخَوَاطِرِ'' (یعنی فقیر کی عبادت دل کو ماسوا سے خالی کرنا ہے) ماسوا حق کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ پاس انفاس میں مشغول رہو کہ ''عِبَادَۃُ الۡفَقِیۡرِ حَبۡسُ الۡحَوَاسِ وَعَدُّ الۡاَنۡفَاسِ'' (یعنی فقیر کی عبادت حواس کو روکنا اور انفاس کو شمار کرنا ہے) جو حدیثوں سے ثابت ہے۔

پاس انفاس کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو سانس باہر آئے ''لَا اِلٰـہَ'' تصور کرو اور جو سانس کہ سینے میں داخل ہو اسے خواہش اور شعور کے ساتھ ''اِلَّا اللّٰہُ'' تصور کرو۔

دوسرے جو سانس کہ باہر آئے یا اندر جائے ''اَللّٰہ'' کا دھیان رہے، اس فہم اور یقین کے ساتھ کہ ''لَا مَعۡبُوۡدَ وَلَا مَوۡجُوۡدَ اِلَّا اَنۡتَ یَا اَنۡتَ الۡمَعۡبُوۡدُ''۔

تیسرے یہ کہ جب (سانس) سینے سے باہر آئے ''یا'' کا تصور کرے اور جب سینے میں جائے ''ھو'' کا تصور کرے اور ''اَنۡتَ ھُوَ'' کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال رہے کہ سانس بغیر اس کی یاد کے نہ چلے کہ ایک بار سانس کو روک لے۔ پاس انفاس سے خواطر کی نفی ہوتی ہے۔

بر مہوشی چہ باک ز یاجوج و طعن غیر
بنیاد عشق دوست چو سد سکندر است

یعنی مہوشی کو یاجوج کے یلغار اور دشمن کے طعنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کے عشق کی بنیاد سد سکندری کی طرح مضبوط ہے۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرۡ قَلۡبِیۡ بِنُوۡرِ حُضُوۡرِکَ۔

فنائے خود

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الۡمُشۡتَاقِیۡنَ اِلَیۡکَ

اس دعا کے بعد میرے بھائی! تم پر واضح ہو کہ مرید کو اپنے لیے مخصوص لباس کا تقید (پابند) نہیں ہونا چاہیے بلکہ جو مل جائے پہن لے۔

مراد اہل تصوف لباس ظاہر نیست
کمر بخدمت سلطاں بہ بند و صوفی باش

یعنی اہل تصوف کی مراد (مقصود) ظاہری لباس نہیں ہے۔ بس آقا کی غلامی میں کمر کس لو اور صوفی ہو جاؤ۔

سجادہ پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے، کام کرنا چاہیے۔ خواہ خلق اللہ کی خدمت ہو یا خالق کی عبادت، اس سے ہرگز غافل نہ رہے۔ چناں چہ قدوۃ المرشدین، حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری قدس سرہ سے منقول ہے:

سلطان المشائخ حضرت نظام الحق والشرع والدین (محبوب الٰہی) قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شیخ محمد قدس سرہ میر صدر (صدر الصدور) تھے۔ اراکین سلطنت اور حکام دولت کا معمول ہے کہ وہ سر پر ایک موے بند (اونی ٹوپی) پر چھوٹی دستار باندھتے ہیں۔ شیخ محمد نے اسی وضع سے شاہی لشکر کے ساتھ مانک پور میں نزول فرمایا۔ ان کے مرید حضرت مولانا جلال الدین قدس سرہ جو حضرت شیخ حسام الدین قدس سرہ کے دادا تھے، ایک روز اپنی قیام گاہ میں تشریف رکھتے تھے کہ قاضی سلونہ اور ان کے بیٹے آپ سے ملاقات کے لیے اپنے گھر سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں وہ ایک دوسرے سے بولے کہ موصوف اگر شیخ (باتصرف) ہیں تو ہم میں سے ایک کو مصری دیں گے اور دوسرے کو شیرینی۔ وہاں اپنی نشست میں شیخ محمد نے مولانا جلال الدین

سے فرمایا کہ دو مدعی کچھ امتحان لینے آرہے ہیں۔ایک کلھیا مصری ایک ایک پٹاری شیرینی لائی جائے۔جب قاضی سلونہ اور اس کے بیٹے آئے تو شیخ محمد قدس سرہٗ کے قدم بوس ہوئے۔شیخ نے کہا: میرا تبرک ان کو پیش کیا جائے۔جب تبرک ان کے سامنے آیا تو ہر ایک نے جو نیت کی تھی، وہی پایا اور شیخ کے بے حد معتقد ہوئے۔قاضی سلونہ نے گزارش کی کہ وہ ان کے گھر مہمان ہوں۔شیخ نے فرمایا کہ مجھے چالیس سال ہو گئے،کبھی قاضیوں کے گھر کا کھانا نہیں کھایا۔قاضی بہت شرمندہ ہوئے،پھر شیخ نے قاضی سلونہ سے پوچھا کہ کیا تمھارا لڑکا دیوان قضا میں روٹی رکھتا ہے؟(یعنی اس کا کوئی وظیفہ مقرر ہے)انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔شیخ نے فرمایا کہ طعام کا مالک اگر اپنے صاحبزادے کو بنا دو تو ہم کھائیں گے۔بندگی دانش مند روشن ضمیر تھے،مرید بھی کرتے تھے اور شاہی لشکر میں ملازمت بھی۔

لہٰذا لباس ظاہر اور کسب ظاہر کی کوئی اہمیت نہیں کہ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلاَ اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ...... " (یعنی بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا اور نہ ہی تمھارے اعمال کو، بلکہ وہ (تمھارے قلوب کو) دیکھتا ہے)[قلمی نسخے میں اس کے بعد ڈیڑھ صفحات خالی تھے،اس کے بعد کی عبارت یوں ہے]

اس کے بعد اگر اللہ کے محبوب تک پہنچتے ہو تو گویا اللہ کو پہنچے کہ "مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأی اللّٰہ"(جس نے مجھے دیکھا، درحقیقت اس نے اللہ کو دیکھا) ناطق ہے۔"صَدَقَ حَبِیْبُ اللّٰہِ اٰمَنَّا بِہٖ" یعنی اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا اور اسی پر ہمارا ایمان بھی ہے۔

حصولِ برزخ کے بعد خود کو برزخ کے اخلاق پر متخلق کر دینا چاہیے تاکہ ذکر کی ابتدا کو پہنچو اور اس کے شروع میں ہی یہ فہم اور کشف جو کلمۂ طیبہ کی روح ہے، بخوبی جان لینا چاہیے۔ لَااِلٰہَ اِلَّا کے کیا معنی ہیں یعنی "لاَمَعْبُوْدَ وَلاَ مَقْصُوْدَ وَلاَ مَحْبُوْبَ اِلَّا اللّٰہ" ماسوی اللہ کی نفی ارادہ ماسوی اللہ کی نفی اور مفہومِ ماسوی اللہ کی نفی ہی دراصل اثبات "اِلَّا اللّٰہُ" ہے، اور وہ "مُسْتَجْمِعٌ بِصِفَاتِ اللّٰہ بِالْکَمَالِ وَالْجَمَالِ وَالْجَلاَلِ" ہے

لہٰذا اس ذات کی صفات کا فہم اور کشف دل میں جاگزیں کرنا چاہیے اور خود بعد فنائے خود جیسا کہ "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" ناطق ہے۔"تَخَلَّقُوْا بِاَخْلاَقِ اللّٰہِ" سے متصف و متخلق

ہوجانا چاہیے۔ ''وَصِفَاتُ اللّٰہِ بِالْاِجْمَالِ تِسْعٍ وَّتِسْعُوْنَ وَبِالتَّفْصِیْلِ اَلْعَالَمُ کُلُّہٗ لَا اِلَی النِّھَایَۃِ ''یعنی مجمل طور پر اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفات ہیں اور تفصیلی صفات کا مظہر تو سارا عالم ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے:

صوفی کو چاہیے کہ وہ پہلے برزخِ صغیر کی صفتوں کو اپنا لے تا کہ برزخ صغیر کی ذات تک پہنچ جائے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔ اس کے حصول کے بعد چاہیے کہ برزخ کبیر کی صفتوں سے خود کو پوری طرح متصف و متخلق کرے، جیسا کہ ''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ'' ناطق ہے، تا کہ وہ برزخ کبیر کی اصل سے واصل ہو سکے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔ اس مقام تک رسائی کے بعد ہی ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ'' کا ظہور ہوتا ہے اور فناء الفنا کے چہرے سے پردہ ہٹتا ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔ اور یہی علم یقین ہے، جیسا کہ وارد ہے: ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا'' یعنی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیے۔

او علم نمی شنید لب بر بستم
او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

یعنی اس نے علم حاصل نہیں کیا اور میں خموش ہو گیا۔ اس نے عقل سے کام نہیں لیا اور میں دیوانہ ہو گیا۔

''فَاِذَا صَارَ ذَالِکَ عَیْنُ الْیَقِیْنِ وَھُوَ بِفَنَاءِ عِلْمِ الْیَقِیْنِ'' ۔رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔ جب تک خود کو سارے علم کے ساتھ برزخ کبیر میں فنا نہ کر دے کہ فناء الفنا اسی سے عبارت ہے، حق الیقین تک نہیں پہنچ سکتا۔ فناء الفنا کے بعد۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔ جمع الجمع پر پہنچو اور ''اَللّٰہُ لَا سِوَاہُ'' کے معنی اپنے آپ میں فنا ہو کر بغیر حلول و اتحاد کے حاصل کرو اور پھر ظاہری صفات سے باہر ہو جاؤ، کیوں کہ شریعت کی حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے، اور ''تَفَکَّرُوْا فِیْ صِفَاتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ'' (یعنی اس کی صفات کے بارے میں غور و فکر کرو، اس کی ذات کے بارے میں نہیں) کو سمجھو۔

الغرض کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' جو حضور برزخ صغیر و کبیر یا نفی ماسوی اللہ و فناء الفناء خود کے ساتھ ماسوای اللہ میں داخل ہیں اور ضربات و ملاحظات اللہ کے ساتھ جو مستجمعِ صفات ہے،

ان چیزوں کودل کے اندر جاگزیں کرواور "مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْمُلْكِ اِلٰى تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ" کی تجلیوں کے ساتھ پھر اپنے آپ اور اپنے دل کو علم الیقین وعین الیقین کے ساتھ ماسویٰ اللہ سے باہر کرلوتا کہ "اَللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْءٌ وَالْفَقِيْرُ يَحْتَاجُ اِلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يَحْتَاجُ اِلٰى شَيْءٍ" کا معنی حاصل ہو۔ نیز "بِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يَنْطِقُ وَبِيْ يَبْصُرُ" حال اور "وَعِنْدَ مَلِيْكٍ مُقْتَدِرٍ" انجام کار ہو۔رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ۔

نفی واثبات کے بعد اسم ذات کو پہنچو اور اس میں مشغول رہو پہلے جہری (جلی) ضربوں سے جیسا شیخ بتائے پھر خفی (سری) ضربوں سے مثلاً سہ پایہ وعشقیہ شطار۔

برزخ و ذات و صفات و شد و مد و تحت و فوق
می نماید طالباں را کل نفسٍ ذوق و شوق

اور یہ ایسے ہی ہے، مثلاً ب اص ننانوے اوصاف کے فہم و کشف کے ساتھ کھینچا جائے۔ امھات اخوات ملفوفات امھات ھٰکذا لفظ اللّٰہ۔ اس کو برزخ وملاحظہ کے ساتھ جہر یا خفی کے ذریعے اس کی ایک صفت اور مفہوم کو آٹھ رکن کے ساتھ اوپر اور نیچے کی طرف کھینچے، پھر دیکھے جو نظر آئے اور جانے جو معلوم ہو۔ مثلاً:

الـلّٰه الرحمن ب ا ر م م ب ا ر م م ب ا م م م ب ا ق م ب اس م ب
ام م ب ام م ب ا غ م ب ا ق م ب ا و م ب ا ر م ب ا ف م ب ا ع
م ب ا ق م ب ا ب م ب ا خ م ب ا ر م ب ا م م ب ام م ب اس م
ب اب م ب ا ح م ب اع م ب ال م ب اخ م ب اخ م ب اع م ب
اع م اش م ب اع م ب اک م ب اح م ب ام م ب اح م ب اج م
ب اک م ب ا ر م ب ام م ب او م ب اح م ب او م ب ام م ب
اب م ب اش م ب اح م ب او م ب اق م ب ام م ب او م ب اح
م ب ام م ب ام م ب ام م ب ام م ب ام م ب ام م ب اح م ب اق
م ب ام وم ب ام م ب اوم ب اا م ب اص م ب اق م ب ام م ب
ام م ب ام م ب اا م ب اا م م ب اظ م ب اب م ب اوم ب ام م

ب اب م ب ات م ب ا م م ب ا م م ب ام م ب اع م ب ا رم ب ا
رم ب ام م ب اج م ب اغ م ب ام م ب ام م ب ام م ت ام م ب ام
م ب اض م ب ان م ب ان م ب ا ہ م ب اب م ب اب م ب اوم
ب ارم ب اص ھٰکذا امہات والملفوفات فان رغبت فعلیک
بخدمۃالشیخ۔

سلسلۂ شطاریہ کے بعض مشائخ نے انہیں سات صفتوں پر اکتفا کیا ہے۔ چناں چہ کتب مشائخ میں یہی امہات و اخوات و ملفوفات مذکور ہیں اور کہیں کہیں صرف تین صفتیں -رَزَقَنَااللّٰہُ وَاِیَّاکُمُالِاشْتَغَالَ باللّٰہِ وَالْاِعْرَاضُ عَمَّنْ سِوی اللّٰہِ-

جاننا چاہیے کہ اس راہ میں کسی شے پر نظر پڑے تو ادھر متوجہ نہ ہو" مَازَاغَ الْبَصَرُوَمَا طَغٰی" اور کوئی ذکر نہ کرے بلکہ مذکور کی طرف تیزی دکھائے، کیوں کہ فنائے خود کا مقصد بقائے محبوب ہے خواہ جس رنگ میں ہو۔ "عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُکَ وَاحِدٌ" اور اگر ذکر میں ہو بھی تو "فَمَا شَغَلَکَ عَنِ اللّٰہِ فَھُوَمِنْکَ" جب تک صفات طے نہ ہوں، ذات تک رسائی نہ ہوگی-رَزَقَنَااللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ متابعۃ حبیبہٖ بحبیبہٖ-

برکتِ بیعت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الَّذِیۡنَ تَحَابًّافِیۡ اللّٰہِ۔

اس دعا کے بعد میرے دینی بھائی! واضح ہو کہ شیخ کو ہمیشہ ترغیب وتسخیر خلق کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے کہ ''اِذَاجَاءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجاً فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّاباً'' جو کچھ مقدر ہے، اپنے وقت پر ہی ہوگا۔ کسی نبی کی امت ایک شخص، کسی نبی کی دو اور بعض کی امت ہزار بلکہ اس سے کہیں زیادہ افراد پر مشتمل تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ کسی نبی کی نبوت میں نقص وقصور تھا۔ اَلۡعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور ایسے ہی '' اَلشَّیۡخُ فِیۡ قَوۡمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیۡ اُمَّتِہٖ'' ہے اور جب لوگ مرید ہونے کے لیے آئیں تو ''فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ'' کے مقتضی پر عمل کریں۔ شیخ کو چاہیے کہ تسبیح واستغفار میں مشغول ہو جائے اور وقت بیعت مرید کا ہاتھ تھامتے ہوئے۔ ''یَدُا اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ'' کا تصور کرے اور نیت یہ ہونی چاہیے کہ شاید اس مرید کے دستِ بیعت کی برکت سے مغفرت کی دولت نصیب ہو جائے۔ مرید کی نیت بھی اسی طرح کی ہونی چاہیے۔

نقل ہے کہ مالک دینار کی ایک بار کسی دہریہ سے بحث ہوگئی۔ دہریہ اپنے دین کو حق کہتا تھا اور مالک دینار اپنے دین کو۔ دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ دونوں ایک ساتھ آگ کے شعلوں میں داخل ہو جائیں، جو حق پر ہوگا، وہ نہ جلے گا۔ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کے آگ میں کود پڑے۔ مگر ہوا یہ کہ دونوں میں سے کوئی نہ جلا، دونوں سلامت رہے، یہ دیکھ کے ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ حضرت مالک دینار اور اس وقت کے مشائخ پر یہ الہام ہوا کہ مالک کا دین ہی برحق ہے اور دہریہ کا مذہب باطل؛ لیکن اس دہریہ کو اس لیے نہیں جلایا کہ اس کا ہاتھ میرے دوست (ولی) کے ہاتھ سے ملا ہوا تھا۔ دوست کے ہاتھ میں جو بھی ہو، وہ کیسے جلے گا۔

لہٰذا بیعت کے وقت پیر اور مرید کی نیت یہی ہونی چاہیے اور مصافحہ اسی سنت سے ہے۔ اس باب میں رسول اللہ کی حدیث بھی ہے کہ جب دو شخص اللہ کے لیے خلوص کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ بیعت میں جو سنت ہے، شیخ اُسی پر عمل کرے اور مرید اس حقیقت کو اپنے دل میں اتارے کہ پیر کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نائب ہے۔ یہ حدیث معن عن ہے اور ''يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ'' خدا کا قول ہے۔ بیعت کے وقت مرید مغفور (بخشا ہوا) ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بیعت کے بعد نئے مرید سے لوگ مصافحہ کرتے ہیں۔ ''وَهٰذِهِ السُّنَّةُ بَاقِيَةٌ اِلٰى سَاعَتِنَا'' یعنی اور یہ دستور ہمارے دور میں بھی جاری اور باقی ہے۔ اَلْعَاقِبَةُ بِالْعَافِيَةِ۔

احترامِ شیخ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ خَلِّصْنِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ بِکَرَمِکَ وَبِحَبِیْبِکَ

اس دعا کے بعد میرے دینی بھائی! تم سے پوشیدہ نہ رہے کہ تصحیح توبہ (بیعت) کے بعد شیخ کی خدمت لازم ہے اور خدمت شیخ کی لازمی شرط یہ ہے کہ اس کے کسی فعل و عمل پر اعتراض نہ ہو کہ وہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اس کے اکثر افعال تمھیں بظاہر نامشروع (غیر شرعی) نظر آئیں گے، مگر "ھُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَقٌّ" اللہ کے نزدیک وہ حق ہیں اور حق پر اعتراض کرنا کفر ہے۔ لہٰذا ہزار بار اس اعتراض سے بچو کہ "فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْراً" (یعنی اگر تم نے میرا اتباع کرلیا تو اب کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں اس کے بارے میں تمھیں بتادوں)۔ پس "فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ" خدمت کے لیے شرط ہے۔

شیخ کے افعال تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گے بلکہ تم کہو گے "اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا" یعنی کیا آپ نے ایک پاک جان کو ناحق قتل کر دیا، آپ نے یقیناً ایک بُرا کام کیا) حالاں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا یہ عمل حق ہے اور ان کی پیش کردہ؟ یہ توجیہ بھی معقول "وَاَمَّا الْغُلَامُ فَکَانَ اَبَوَاہُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَا اَنْ یُّرْھِقَھُمَا طُغْیَانًا وَّکُفْراً، وَمَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِکَ" (یعنی اس بچے کہ والدین مومن تھے، مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ ان دونوں کو کفر وسرکشی میں نہ مبتلا کردے، اور اس کو میں نے اپنی جانب سے نہیں کیا) سمجھو! یہ اعتراض کس پر ہو رہا ہے، شیخ پر یا شیخ کے علاوہ کسی پر؟۔ کسی فقیر پر بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے، نہ اس کا امتحان لینا چاہیے۔ کیوں کہ امتحان میں تکلف (دقت) ہے "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا"۔ ممکن ہے کہ وہ امتحان اس کی طاقت سے باہر ہو یا تقاضۂ وقت نہ ہو اور تم اس کے منکر ہو جاؤ۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور بسا اوقات شیخ پر اعتراض اور اس کا انکار کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اس میں فقیر کا کوئی قصور نہیں۔ ع

چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی

یعنی عقل مند آدمی ایسا کام ہی کیوں کرے جس سے ندامت وشرمندگی حاصل ہو۔

اور اگر وہ امتحانی فعل اس سے صادر بھی ہو جاتے تو تمھیں کیا فائدہ۔

لہٰذا اے عزیز! بجائے امتحان کے طالب حق رہو، اگر میسر ہو یا میسر نہ بھی ہو تو اللہ تمھاری نیت کے مطابق اس کا ثواب دے گا۔

یہ فقیر ایک دن حضرت قدوۃ السالکین، شیخ نظام نارنولی کی خدمت میں گیا اور دل میں ان سے ایک چیز کی طلب لے کر گیا تھا اور وہ طلب بھی اللہ کی رضا کی طلب تھی لیکن اللہ کی ذات کی طلب نہ تھی۔ کچھ دوسرے احباب بھی حاضر خدمت تھے جن کا تمام تر مقصد حضرت شیخ کا امتحان لینا تھا، شیخ نے ان لوگوں کی طرف توجہ فرمائی۔ جس کی جو رائے تھی، ایک ایک کر کے بتائی اور وہ پوری ہوئی۔ مجھ فقیر پر جسے کوئی امتحان مقصود نہ تھا، بڑی التفات فرمائی، اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے اور فرمایا:

”اگر کسی فقیر کے پاس جاؤ تو چاہیے کہ فقیر پر کوئی اعتراض اور اس سے کوئی امتحان نظر میں نہ رہے، نیز فقیر سے ایسی چیز طلب کرنی چاہیے جو دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس نہ ہو۔ ایسی چیز جو ہر جگہ ملتی ہو اور پیسے سے خریدی جا سکے، کسی فقیر سے کیوں مانگی جائے کہ فقیر زر و مال تو رکھتا نہیں۔ چناں چہ تمھارے احباب کو کچھ حاجت تھی، انھوں نے اس فقیر سے کہی۔ تم بھی طالب تھے مگر قاصر (ناقص) وہ چیز کیوں نہ مانگی جس سے سب کچھ حاصل کر سکتے“۔

فوراً میری نیت بدل گئی اور شیخ نے مجھے تلقین فرمائی۔ سات دن اپنی خدمت میں رکھا اور توجہ فرمائی۔ آٹھویں دن مجھے رخصت عطا کی۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ الْعَمَلَ بِمَا قَالَ وَاَمَرَ بِہٖ۔ (یعنی اللہ ہمیں ان کے ارشاد پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور اس کا مامور بنائے) حق تعالیٰ ہمیں ایسا ہی طالب بنا دے کہ ”اَلْاِرَادَۃُ تَرْکُ الْاِرَادَۃِ“ نصیب ہو اور تقلید سے آگے تحقیق تک پہنچیں۔ چناں چہ ”فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ“ تحقیق بھی ہے اور تقلید بھی۔ جب تک تقلید نہ ہو، تحقیق (حقیقت) کہاں سے نظر آئے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمُ الْمُتَابَعَۃَ وَالتَّخَلُّقَ بِحَبِیْبِہٖ وَبِہٖ۔ آمین۔

نفیِ خواہشات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیۡنِ وَاَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ

اس دعا کے ساتھ میرے دینی بھائی پر روشن ہو کہ اپنی طاقت اور سکت سے جہاں تک ممکن ہو، خواطر (خواہشات) کی نفی کرنی چاہیے، کیوں کہ "والخواطر تدخل کسیل العرم" جب تک خواہشات کی نفی کرتے ہوئے ہر وقت شیخ (پیر) کی یاد نہ ہوگی، چھٹکارا نہیں ع

یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست

ہر چند کہ یہ کوشش سے ہوتا نہیں، تاہم خواہشات سے لڑنا فرض ہے۔ خطرات انبیا اور اولیا کو بھی تھے، مگر وہ ان کی نفی (رد) کرتے تھے۔ چناں چہ اصل خطرۂ ابوالبشر (آدم) کو دیکھیے۔

حضرت آدم صلوٰۃ اللہ علیہ نے جب لوح محفوظ میں خاتم المرسلین (محمد) کا نام دیکھا تو اللہ سے پوچھا کہ یہ نام کس کا ہے۔ جواب ملا "یہ تیرے فرزند ہیں جو تجھے عطا کیے گئے"۔ حق تعالیٰ نے تمام خطرات و وساوس کا نصف شیطان کو دیا جو دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور نصف سے گندم پیدا کیا جس کے کھانے سے گناہ صادر ہوگا۔ شومی گندم کہ ابوالبشر آدم نے اسے کھالیا جو "فَعَصیٰ رَبَّہٗ" سے ظاہر ہے۔ "فَاَزَلَّھُمَا الشَّیۡطَانُ عَنۡھَا فَاَخۡرَجَھُمَا مِمَّا کَانَ فِیۡہِ" چوں کہ ابوالبشر اللہ کے خلیفۂ برحق اور نبی مرسل تھے۔ "فَتَلَقّٰی آدَمُ رَبَّہٗ بِکَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیۡہِ اِنَّہٗ ھُوَالتَّوابُ الرَّحِیۡم"۔

افسوس ان فقیروں پر کہ ہمیشہ شیطانی وساوس اور جان کی طاقت کے لیے گندم کی فکر میں جان کھپاتے ہیں، اگر حق کی طرف سے تلقی کلمات (ہدایت) نہ ہو تو ایمان سلامت رکھنا کٹھن ہو جائے۔ لہٰذا ہمیشہ اس راہ میں ثابت قدم رہنا چاہیے کہ "رَبَّنَا ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَاوَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخَاسِرِیۡنَ" اور نفی خواطر (وسوسے کا رد) کرتا رہے۔

پیرانِ طریقت نے نفی خواطر کے لیے ہمیشہ ''صلوٰۃ القلاقل'' پڑھی ہے اور اس فقیر کو بھی خواب میں حکم ہوا ہے کہ تہجد کے وقت یہ نماز پڑھو۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔

صلوٰۃ القلاقل کی ہر چار رکعت میں چاروں قل شریف پڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''صلوٰۃ القلاقل'' کی پابندی کرو۔ اور جب بھی غیر اللہ کا خیال آئے تو ''لَاحَــوْلَ'' پڑھے، تصور میں شیخ کا چہرہ دیکھے، خواطر پر اپنی لگام سخت رکھے اور حبس دم کرے۔ ''عِبَادَۃُ الْفَقِیْرِ حَبْسُ الْحَوَاسِ وَعَدُّ الْاَنْفَاسِ'' یعنی فقیر کی عبادت حواس کو روکنا اور انفاس کو شمار کرنا ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ وَالْعَاقِبَۃَ بِالْعَافِیَۃِ۔

ذکرِ موت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مُحِبًّا لَّکَ وَاَمِتۡنِیۡ مُحِبًّا لَّکَ

اس دعا کے بعد میرے بھائی تم سے پوشیدہ نہ رہے کہ طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ موت کا ذکر کرتا رہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اِذَا اَحَبَّ الۡعَبۡدُ لِقَائِیۡ اَحۡبَبۡتُ لِقَائَہٗ وِاِذَا کَرِہَ لِقَائِیۡ کَرِھۡتُ لِقَائَہٗ"۔

یعنی بندہ جب مجھ سے ملنا پسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ملنا پسند نہیں کرتا تو میں بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔

بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہاں "اللقاء" سے مراد موت ہے اور بعض کے نزدیک تقرب الی اللہ۔ بہرحال "اَلۡمَوۡتُ جَسۡرٌ یُوۡصِلُ الۡحَبِیۡبَ اِلَی الۡحَبِیۡبِ" (یعنی موت ایک پل ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب تک پہنچا دیتی ہے) اسی لیے موت کو عرف میں وصال کہتے ہیں اور کون وصال کا طالب نہ ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ بعض مشائخ مریدوں کو مراقبۂ گور کی تلقین کرتے ہیں کہ مرید خود کو تنگ اور تاریک کوٹھری میں تصور کرے اور لذت سے باز رہے۔ "وَلَا یَکُوۡنُ مَعَہٗ اِلَّاھُوَ" یعنی اس وقت اس کے ساتھ کوئی بھی نہ رہے۔ اسی سے "مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا" یعنی یقین ہی موت ہے، سے حاصل ہوتا ہے۔ "وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ" کی تجلی ہوتی ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں "اَلۡیَقِیۡنُ ھُوَالۡمَوۡتُ" یعنی یقین موت کا نام ہے، اور سہل تستری فرماتے ہیں "اَلۡیَقِیۡنُ ھُوَاللّٰہُ" بہرحال خواہ اس سے مراد موت لیں یا فناء الفنا "وَھُوَالۡمَوۡتُ حقیقۃً عِنۡدَاَرۡبَابِ الۡبَصِیۡرَۃِ" یعنی اہل بصیرت کے نزدیک حقیقی موت فناء الفنا ہی ہے۔

یہی وقت ہے جب طالب سالک ہو جاتا ہے، کیوں کہ سلوک کا پہلا قدم فنا ہے اور فنا

سے مراد ''دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالِ'' ہے یعنی اپنے نفس کو چھوڑ دو اور حق کی طرف آ جاؤ۔ دع امر کا صیغہ ہے جس کے ذریعے حکم دیا جاتا ہے اور حکم کی بجا آوری واجب ہوتی ہے۔ یہاں اس حکم کی بجا آوری کی صورت یہی ہے کہ آدمی فنا ہو کر ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' کا مصداق ہو جائے۔ اس کی بجا آوری امانت حق کے ذریعے نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کا مطالبہ نہیں ہے۔ اگرچہ فنائے خود بھی بغیر فنائے حق کے نہیں ہے، تاہم ع

تا دوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد

جب کوئی سلوک کے قابل ہو کر راہ سلوک میں قدم رکھ دیتا ہے تو وہ ''اِذَا تَلَقَّانِیْ عَبْدِیْ بِشِبْرٍ تَلَقَّیْتُهٗ بِذِرَاعٍ وَاِذَا تَلَقَّانِیْ بِذَرَاعٍ تَلَقَّیْتُهٗ بِبَاعٍ وَاِذَا تَلَقَّانِیْ بِبَاعٍ جِئْتُهٗ بِأَسْرَعَ'' (یعنی اگر کوئی بندہ میری طرف ایک بالشت کے برابر بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ کے برابر بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف چار ہاتھ کے برابر بڑھتا ہوں اور اگر وہ چار ہاتھ کے برابر میری طرف بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہوں) ہو جاتی ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ بِحَبِیْبِهِ الْکَرِیْم کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے، اور یہ سالک راہ طریقت ''اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ'' (یعنی رب فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی فرد بشر کے دل میں ان کا خیال ہی آیا) کے مژدۂ جاں فزا سے شاد کام و بامراد ہوتا ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ بِحَبِیْبِهِ الْکَرِیْم۔

خیالِ غیر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ کِلَابِ الۡاَبۡرَارِ

اس دعا کے بعد میرے دینی بھائی! خوب جان لو کہ اس راہ (معرفت) میں برّ و تقویٰ کی کوشش فرض ہے اور یہ کہ "اَلۡمُتَّقِیۡ مَنۡ یَّتَّقِیۡ الشِّرۡکَ وَالۡمَعَاصِیۡ" (یعنی متقی شرک و معاصی سے بچتا ہے) صوفی کے دل میں غیرِ حق کا خیال آنا ہی شرک ہے۔ اَلۡعَیَاذُ بِاللّٰهِ مِنۡ ذَالِکَ۔ وَالۡبِرُّ وَالۡاِحۡسَانُ وَھُوَاَنۡ تَعۡبُدَ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنۡ لَمۡ تَکُنۡ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" یعنی برو احسان سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر اگر تم اسے دیکھنے کا تصور نہ کر سکو تو پھر یہ تصور کرو کہ رب تمھیں دیکھ رہا ہے) اور یہ" فناء الفناء" کے بعد کی منزل ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمۡ۔ کیوں کہ "وَجُوۡدُکَ ذَنۡبٌ لَایُقَاسُ بِہٖ ذَنۡبٌ" (یعنی تیرا وجود ہی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس پر کسی دوسرے گناہ کا قیاس نہیں کیا جاسکتا)۔ "وَھُوَ الشِّرۡکُ وَھُوَ اَکۡبَرُ الۡکَبَائِرِ" (یعنی اپنے وجود کو عبادت میں شامل کرنا ہی شرک اور سب سے بڑا گناہ ہے)۔ رب کا فرمان ہے: "اِنَّ اللّٰہَ لَایَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُمَا دُوۡنَ ذَالِکَ لِمَنۡ یَّشَاءُ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیۡدًا"۔

لہٰذا طالب کو اپنے وجود ہی کو گناہ تصور کرتے ہوئے اس کے لیے دعاے استغفار کرنی چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اِنِّیۡ لَاَ سۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ فِیۡ کُلِّ یَوۡمٍ سَبۡعِیۡنَ مَرَّۃً" یعنی میں روزانہ ستر مرتبہ مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ وَھُوَ ھٰذَا الۡاِسۡتِغۡفَارُ۔ آپ کی یہ دعاے استغفار اسی قبیل سے ہے۔

جب اپنے وجود کے گناہ کے استغفار کی بدولت تم فانی ہو گئے تو سمجھو کہ دوست کی ذات میں باقی ہو گئے اور "اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ عَلَی الۡاَرَائِکَ یَنۡظُرُوۡنَ" کی جماعت میں

داخل ہو گئے۔ یہاں نعیم سے مراد دیدار الٰہی کی نعمت ہے، جیسا کہ "یَنۡظُرُوۡنَ" میں اس کی طرف اشارہ ہے-رَزَقَنَااللّٰہُ وَاِیَّاکُمۡ- اور اب جا کے "تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِیۡمِ" صادق آیا اور محبت کا پیالا پینا نصیب ہوا۔ "یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ خِتَامُهٗ مِسۡکٌ" ناطق ہے۔ اس سے مراد ہے محبت کی وہ شراب جس پر "مشک کی مہر لگا کے اولیاء اللہ کے دلوں میں محفوظ کر دیا گیا-رَزَقَنَااللّٰہُ وَاِیَّاکُمۡ-

لہٰذا طالب کی تمام تر کوشش اسی میں ہونی چاہیے اور نہ کہیں جیسا کہ "وَفِیۡ ذٰلِکَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ" میں بتا دیا گیا ہے کہ محبت کی یہ شراب شربت دیدار سے آمیزش کر دی گئی ہے۔ "وَمِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ یَشۡرَبُ بِهَاالۡمُقَرَّبُوۡنَ" اس پر دال ہے۔ تسنیم ایک نہر ہے جو عرش بریں کے نیچے سے بہشت میں بہتی ہے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ مئے محبت شربت دیدار سے آمیختہ ہے۔ "عَیۡنًا یَشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ" یہ وہ چشمہ ہے جس سے مقربین بارگاہ الٰہی پیاس بجھائیں گے۔ اے میرے مالک اور میرے رب ۔

أَذِقۡنِیۡ جُرۡعَةً مِّنۡ کَأۡسِ حُبِّکَ
وَقَدۡ تَعۡلَمُ بِحُبِّکَ اِشۡتِیَاقِیۡ

یعنی اے میرے پروردگار! تو مجھے اپنے جام محبت سے ایک گھونٹ پلا دے۔ کیوں کہ تو خوب جانتا ہے کہ میں تمھاری محبت کا حد درجہ مشتاق ہوں۔

اس کے بعد جب مقربوں کے زمرے میں آ گئے تو اب شراب مالا مال پیتا رہے اور "هَلۡ مِّنۡ مَّزِیۡدٍ" کی صدا لگائے ۔

یک خندہ ازاں رخ کہ دل آسائے منست ایں
یک بوسہ ازاں لب کہ تمنائے منست ایں

یعنی اس کے رخ زیبا کی ایک مسکراہٹ میرے دل کو آرام پہنچاتی ہے۔ اس کے لب لعل کا ایک بوسہ میری تمنا و آرزو ہے۔

حال بن جائے اور مستی حضوری اس کا مآل (انجام کار) -رَزَقَنَااللّٰہُ وَاِیَّاکُمۡ وَالۡعَاقِبَةَ بِالۡعَافِیَةِ-

تلاوتِ قرآن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اُنْسِیْ بِکَ وَوَحْشَتِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ

اس دعا کے بعد میرے بھائی! یہ جان لو کہ سالک کو روزانہ اتنی مقدار میں قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے جتنی وہ انشراح قلب کے ساتھ کر سکے اور تلاوت کرتے وقت اس کے شرط و ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ " اَفْضَلُ الْاَذْکَارِ تِلَاوَۃُ الْقُرْآنِ " (یعنی ذکروں میں افضل قرآن کی تلاوت) ہے۔ تلاوت قرآن میں ادب اور شرط یہ ہے کہ ترتیل کرے "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً" اور اس میں فہم وتدبر سے کام لے تاکہ وعدہ وعید اور امر و نہی سمجھ میں آجائے اور اس کی تجلی سے قلب منور ہو۔ یہی وقت ہے کہ عروسِ رموز قرآن کے رخ سے پردہ اٹھتا ہے اور ایمان کا دارالقرار دل ہنگامۂ افکار سے پاک وصاف ہوتا ہے۔

کلام کو متکلم کی طرف سے جانے تاکہ واردات غیبیہ نصیب ہوں، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک درخت سے یہ کلام سنا "اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ فَاعْبُدْنِیْ" اور آپ نے بجائے درخت کے اس کلام کے اصل متکلم یعنی اللہ تعالیٰ کو جان اور پہچان لیا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کی طرح کسی کو ہوش گوش ہو کہ کلام کے متکلم کو پہچان سکے تو وہ کلام کو متکلم سے جانتا ہے، ورنہ وہ درخت ہی کو متکلم سمجھے گا، اور اگر اسے اس بات کا علم ہو جائے کہ درخت متکلم نہیں ہے تو اس وقت "بِیْ یَسْمَعُ" کے معنی کی تہہ تک پہنچ جائے گا۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ۔ وَھٰکَذَا غَیْرُ الشَّجَرَۃِ مِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَھٰذَا وَ ھُوَ الْمَعْنٰی مِنَ الْوَارِدَاتِ الْغَیْبِیَّۃِ "یعنی درخت کے علاوہ انسان اور چوپایے بھی ایسا ہی ہیں اور واردات غیبیہ سے یہی مراد ہے۔ ؎

ہمہ　　گوشم　　تاچہ　　فرمائی

یعنی ہم سراپا ہمہ گوش رہتے ہیں کہ کیا حکم ہوتا ہے) کے مطابق ہمارا حال ہو جائے۔

-رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ- جب تک اس جانب سے کچھ ارشاد نہ ہو، فقیر کیا جانے اور کیا دیکھے "اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" ناطق ہے؛ لیکن طلب "آتِیْکُمْ مِنْھَا بِقَبَسٍ" فرض ہے۔ جب تک التفات حق آواز دے "فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰی" استماع حصول سے جڑا رہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ بِحُرْمَةِ حَبِیْبِہٖ-

مقصودِ طالب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

رَبِّ اَرِنَا الۡاَشۡيَاءَ كَمَاهِیَ

میرے دینی بھائی تم سے پوشیدہ نہ رہے کہ طالب کو ہمیشہ محبوب کی یاد میں رہنا چاہیے۔کاتب کا شعر ہے۔

اے یاد تو قوتِ جانِ عشاق
وے عشق تو روح بخشِ ہر جاں
ہر چہ بیند از او بیند تا ذوق یابد
ہر چہ بینی دوست بیں با این و انت کار نیست

یعنی تیری یاد ہی عاشقوں کی قوتِ جان ہے اور تیرا عشق ہی ہر جان کو روح عطا کرتا ہے۔جو کچھ دیکھے۔بس اسی کی آنکھ سے دیکھے تا کہ ذوق ولذت حاصل ہو اور تو جب بھی دیکھے اپنے دوست ہی کو دیکھے۔کیوں کہ ایں و آں یعنی دنیا سے تجھے کوئی سروکار اور مطلب نہیں۔

ورنہ دیکھنے کی ضرورت کیا ہے کہ "مَارَأَيۡتُ شَيۡئًا اِلَّا رَأَيۡتُ اللّٰهَ فِيۡهِ" سے عیاں ہے کہ تو نہ رہے۔

درمیان من و محبوب تمام است حجاب
وقت آنست کہ آنہم ز میاں برخیزد

یعنی ہر شے میرے اور محبوب کے درمیان ایک بڑا حجاب ہے۔ضرورت ہے کہ یہ سب بھی درمیان سے اُٹھ کر جائے اور ختم ہو۔

جب تو ہی درمیان سے غائب ہو تو پردہ کہاں رہے گا کہ "دَعۡ نَفۡسَکَ وَتَعَالِ وَاذۡكُرۡ رَبَّكَ اَیۡ اِذَا نَسِيۡتَ نَفۡسَكَ فِیۡ السَّوَانِحِ" تو میں ہو جا اگر میں تو بن جاؤں یعنی

محبوب تو پھر تو تو کیا ہے۔ میرا عاشق ہو جا کہ محبوب بن جائے عاشق تو بہت ہیں، اور اگر میں کہوں کہ محبوب ہوں تو ہو جاؤں کہ محبوب کو اس کا عاشق چاہیے اور حال یہ ہے کہ میرے سوا کوئی محبوب نہیں۔ پس اس مقام پر اپنی ذات کی نفی کر دینی چاہیے تاکہ عشق، عاشق اور معشوق ایک ہو جائیں۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ۔ فنا ہی تیرا مقصود ہے کہ پہلے بھی تو فنا تھا اور آخر بھی تو فنا ہے کہ ''اَلنِّهَايَةُ هِيَ الرُّجُوْعُ اِلَى الْبِدَايَةِ'' اور حق تعالیٰ کی ذات ہی باقی بالذات ہے۔ ''اَلْآنَ كَمَا كَانَ لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ'' اور حق تعالیٰ کی ذات ہی باقی بالذات ہے۔

از مردمک دیدہ بہ باید آموخت
دیدن ہمہ کس را و نہ دیدن خود را

جب خود کو گم کر دو گے تو وہی وہ نظر آئے گا اور اگر خود کو دیکھو گے تو کچھ نظر نہ آئے گا۔ ''وَجُوْدُكَ ذَنْبٌ لَا يُقَاسُ بِهِ ذَنْبٌ'' یکتائی (وحدت) کی شرط تنہائی (اکیلا ہونا) ہے۔ جب تک اپنے آپ سے بیگانہ نہ ہو گے، محبوب کا وصال مشکل ہے۔ میرے ساتھ اس طرح ہو جیسے تیرا کوئی وجود ہی نہیں۔ تب ہی ''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'' کے معنی سمجھو گے۔ ''اَللّٰهُ لَا سِوَاهُ وَكَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهُ شَيْئٌ'' کو جانو۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ۔ سَيِّدِيْ رَبِّيْ خَلِّصْنِيْ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

طلب عشق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ کِلَابِ الۡعَاشِقِیۡنَ

اس دعا کے بعد میرے بھائی جان لو کہ آدمی پیدا ہی کیا گیا ہے عشق (محبت) کے لیے، اس لیے عشق ہی کی طلب ہونی چاہیے نہ کہ دنیا و آخرت کی "اَلدُّنۡیَا لَکُمۡ وَالۡعُقۡبیٰ لَکُمۡ وَالۡمَوۡلیٰ لِیۡ" ۔یعنی دنیا تمھارے لیے، عقبیٰ تمھارے اور مولیٰ میرے لیے ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

"اَنَا اَشۡتَاقُ اِلَی الۡمُدَ بِرِیۡنَ" سے ظاہر ہے۔ ساری کمی و کوتاہی اپنی طرف سے ہے، ورنہ کون ہے جو اس در پہ آیا اور محروم رہا۔ "یُحِبُّهُمۡ وَیُحِبُّوۡنَهٗ" سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس پتلۂ خاکی پر اس کی طرف سے مہربانیاں رہتی ہیں اور یہ کسی توجہ کے بغیر رہتی ہیں۔ "فَوَیۡلٌ لَّهٗ ثُمَّ وَیۡلٌ لَّهٗ"۔

لٰہذا چاہیے کہ ہر کوچہ و بازار میں عشق ہی کا متلاشی رہے، کہیں تو نصیب ہو جائے اور تجھ کو تجھ ہی (خودی) سے آزاد کر دے اور جب عروسِ عشق اپنا چہرہ دکھائے اور تجھے اس کا اہل سمجھے، وصالِ محبوب سے مشرف کر دے۔ مجھ سے تجھ کو لے لے اور تجھ ہی کو بخش دے کہ "مَنۡ غَلَبَ سَلَبَ" تجھ سے وہ جو کچھ لے، وہ اس کا مطلوب ہے جو تین حرفوں کا مدلول ہے۔ پھر وہ اپنا مطلوب جو تین حروفوں کا مدلول ہے، تجھے ہی واپس دے دے۔

جاننا چاہیے کہ "ع" عقل ہے، "ش" شرم ہے اور "ق" قرار ہے۔ وہ تجھ سے یہ لے لے اور اس کے عوض تجھے (ع) عفت (ش) شغف (ق) قرب عطا فرمائے، چوں کہ عاشق کو عشق میں عقل و شرم و قرار نہیں ہوتا، اس لیے اسے معشوق کے غیر سے عفت، اس کی ذات سے شغف اور مشغولیت اور اس کے ساتھ قربت نصیب ہوتی ہے۔ "وَهٰذَا النَّفِیُّ وَالۡاِثۡبَاتُ" یعنی

یہی نفی اور اثبات ہے۔رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ ۔ اللہ ہمیں یہ نعمت عطا فرمائے۔

جب عاشق و معشوق کی طرف سے تسلیم و تسلم کا عمل ہوتا ہے تو اس عمل کے نتیجے میں دونوں کے مابین نسبت پیدا ہوتی ہے اور وصال کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔اب عاشق ہمہ وقت معشوق کا جویاں رہتا ہے۔آخر کار خود کو فنا کر کے وصال یار سے بامراد ہو جاتا ہے۔مگر یہ دولت خود کو فنا کر دینے کے بعد ہی ملتی ہے۔''دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالِ'' اور جب تو نہیں رہتا وہ موجود ہوتا ہے، اور یہ ادب کا مقام ہے، جہاں مجال دم زدن نہیں کہ ''مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ وَمَنْ عَشِقَ وَکَتَمَ وَعَفَ دَخَلَ الْجَنَّۃَ'' یعنی جس نے اپنے رب کو پہچان لیا، اس کی زبان گونگی ہو گئی اور جس نے عشق کیا اور راز عشق کو نہاں رکھا اور عفت اختیار کی، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

جو بھی عاشق ہوا اور اس نے اپنے عشق کو پوشیدہ رکھا کہ یہی محبوب کی مرضی ہے کہ جانبین کی نسبت کوئی نہ جانے ''وَعَفَ عَنْ نَفْسِہٖ ''یعنی خودی سے بچ گیا۔اس طرح کہ اس کی اپنی ذات کے لیے بھی اس کے نہاں خانۂ محبت میں کوئی جگہ نہ ہو، کیوں کہ اس کا نہاں خانۂ محبت یکتائی کے لباس میں ملبوس ہے، تو ایسا شخص جنت میں داخل ہو گیا جو دیدار کے وعدے کے پورا ہونے کی جگہ ہے۔(عشق) سے ''وَعَفَ عَنْ نَفْسِہٖ'' یعنی از خود وہ عفت (پرہیز گاری) پالی ، جس کی اس کے ظرف محبت میں گنجائش بھی نہ ہو کہ لباس یکتائی'' دَخَلَ الْجَنَّۃَ '' کا متقضی ہے اور دیدار کا موعود یعنی وعدہ کیا گیا۔رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ ۔ عاشق جب تک اپنے گھر سے باہر نہ ہو، محبوب کا جلوہ کیسے دیکھے گا۔اپنے گھر سے باہر نکل اور یہ گھر تیرا نفس ہے۔

در عشق خدا چہ خانہ دار است
مجنوں شو و کوہ گیر و بخروش

یعنی خدا کے عشق میں گھر کا مالک بن کر گھر میں کیوں بیٹھا ہے۔مجنوں بن کر پہاڑوں مین بسیرا کر اور عشق کے آہ و فغاں کی صدا بلند کر۔

اور پہاڑ کا مرتبہ تو گھر سے بلند ہی ہوتا ہے۔رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ ۔اَللّٰھُمَّ خَلِّصْنِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ بِحَبِیْبِکَ ۔

حسن ادب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ ضَعۡ عَلٰی رَاۡسِیۡ تَاجَ الۡمَعۡرِفَۃِ حَتّٰی لَاۤ عَرَفۡ غَیۡرَکَ

(اے اللہ! میرے سر پر معرفت کی تاج رکھ دے تاکہ میں تیرے سوا کسی کو نہ پہچانوں)

جب طالب کو کوچۂ عشق میں باریابی کی توفیق مل جائے - رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمۡ - تو چاہیے کہ محبوب کے لیے سراپا ادب بن جائے، کیوں کہ "اَلتَّصَوُّفُ کُلُّہٗ اَدَبٌ" تصوف از ابتدا تا انتہا ادب ہی کا نام ہے، اور ادب یہ ہے کہ خودی کو اس کوچۂ عشق میں خود سے جدا کر دے کہ یہ شرک ہے۔ "وَھُوَ اَکۡبَرُ الۡکَبَائِرِ" یعنی شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ جب بے خود ہو کر - رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمۡ - کوچۂ عشق کی کوچہ گردی شروع کر دے اور محبوب کے رازوں میں سے کسی راز سے آگاہ ہو جائے تو دنیا کے کھیل تماشوں میں مبتلا ہو کر اس راز کو ضائع نہ کرے اور ظاہر نہ کرے۔

عاشق ندہد سرِّ الٰہی بملا ہی

کیوں کہ "اِفۡشَاءُ سِرِّ الرُّبُوۡبِیَّۃِ کُفۡرٌ" (یعنی ربوبیت کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے)۔ پھر جب بے خودی کے بعد خودی کی منزل میں لوٹ آئے تو جو کچھ عالم بے خودی میں دیکھا ہے، اس کا انکار عالم خودی میں نہ کرے، کیوں کہ اگر بذات خود سر ربوبیت کا محرم ہو سکتا ہے تو کوچۂ عشق کی کوچہ گردی کی کیا ضرورت تھی۔ اس لیے پھر بے خود ہو کر اس راز کا اظہار عالم خودی میں نہ کرے اور گونگا بے زبان ہو جائے۔

بے زباں شو مکن راز غم عشق بیاں
کہ دریں مسئلہ تقریر و بیاں چیزے نیست

یعنی بے زبان اور گونگا بن جاؤ اور غم عشق کے راز کو بیان نہ کرو، کیوں کہ راہ عشق میں

تقریروبیان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔
"وَهُوَ حُسْنُ الْاَدَبِ" یعنی یہاں بے زبان ہوجانا ہی حسن ادب ہے، کیوں کہ "اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ" (یعنی میرے رب نے مجھے ادب سکھایا تو بطریق احسن سکھایا) کا مقتضی یہی ہے۔ ع

مشکل حکایت ست کہ گفتن نمی تواں

یہ ایک ایسی مشکل حکایت ہے کہ جس کو بیان نہیں جاسکتا۔
دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کلیم اللہ تھے، ایک ہی تجلی میں بے ہوش ہو کر "خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا" کا مصداق ہوگئے۔
لہٰذا کیا دیکھے اور کیا کہے۔ ہاں! اگر نصیب ہو جائے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ۔ افاقے کے بعد خود سے توبہ کرنی چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً" (یعنی میں روزانہ ستر مرتبہ مغفرت کی دعا کرتا ہوں) اور وہ استغفار "اَسْتَغْفِرُکَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ" ہے۔ یہاں تک لکھ کے قلم نے جواب دے دیا۔ اَلْعَاقِبَةُ بِالْعَافِیَةِ۔ آمین۔

طلاقِ نفس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا

میرے دینی بھائی! جان لو کہ "أَعْدَی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ" (یعنی تمھارا سب سے بڑا دشمن خود تمھارا نفس ہے جو تمھارے اندر ہے) یہ نفس تمہاری زوجہ (بیوی) ہے جو تمھارے پہلو میں ہے۔ جب تک اس کو تم دوست نہ بنالو اور اسے راضی نہ کرلو یہ کام بہت دشوار ہے۔ گھر کا دشمن یعنی اپنی بیوی کو جب تک تم قابو میں نہ کرلو تم کیا کام کرسکو گے۔

افسوس ہے اس پر جس کی بیوی اس کا دشمن ہو اور دوسرے سے راضی۔ وہ ملعون ہے جو تیرے گھر میں حرام کاری کرے اور تو سمجھے کہ گھر اور تیرے گھر والوں کی حفاظت کررہی ہے اور حالت یہ ہو کہ تیرا گھر برباد، نہ ایمان درست نہ امانت اور سب میں خیانت ہورہی ہو۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِکَ ۔ اور اس زنا سے جو فرزند تولد ہوگا، وہ ولد الزنا ہوگا جس کا نام خنّاس ہے، اور تو بے عقلی وغفلت سے اسے اپنا بیٹا سمجھے گا، ملک قلب و قالب خراب کرے گا۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰهِ۔

لہٰذا اگر تو مرد ہے تو اپنی زوجہ کو اپنے قابو میں رکھ کر اس سے تصرف کر اور فسق سے باز رکھ اور کہہ "یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ"، اور اگر تجھ سے ایسا نہ ہوسکے تو اسے طلاق دے دے اور خود کو اپنے کام میں مشغول رکھ اور اگر تو نہیں چاہتا کہ دشمن کو چھوڑ کر دوست تک پہنچے تو بڑی بے عقلی اور ناسمجھی ہے کہ امر "دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالِ" سن رہا ہے اور اسے ترک نہیں کرتا اور نفس سے محبت کرتا ہے جس کا کوئی حاصل نہیں۔ اگر آج کا کام کل پر ٹالتا ہے تو

یہ تیرے نفس کا فریب ہے۔

اے عزیز! کل گذر چکا اور مستقبل کا کوئی بھروسا نہیں۔ع

حال را باش اے برادر حال را

نفس سے چھٹکارا پاؤ اور محبوب سے رشتہ جوڑو ع

یک قدم بر نفس خود نہ دیگری بر کوئے دوست

یعنی ایک قدم اپنے نفس پر رکھ اور دوسرا در محبوب پر۔ پناہ اللہ کی پناہ۔

مکتوبات جمالی

[متن فارسی]

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علیک توکلت وبک نستعین

بعد دعاء "اللھم اجعلنی من کلاب احباء ک " بر ضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ ہر کہ رامیل راہ رفتن است اول ہمراہ باید بہم رساند کہ "الرفیق ثم الطریق" ورفیق ایں راہ پیر آگاہ است۔ اول طلب باید کرد ہر چہ باشد و ہر کہ باشد پیر اگر خس است مارا بس است۔ بر حسن ظن وعقیدہ کارمی برآید وراہ می کشاید چناں کہ گمان آں برادر است و بر حسن ظن آں برادر امید است کہ مقصود ماوشما حاصل گردد۔

چناں چہ نقل ست از برہان العاشقین، سلطان العارفین، حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری قدس سرہ کہ عزیزی بود۔ درویش طلب حقیقی گرفت قرار خواستہ کہ شخصے باشد کہ ازاں دیار خبری داشتہ باشد خود را باو رساند و دست در دامن او زند ہر چندی جست کسے در خاطر او جاے نمی داد۔ ناگاہ در کنارۂ آبی درخت سبز دل ربا دید خدمت آں درخت اختیار کرد و گفت کہ ایں درخت پیر من است۔ مدت آں عزیز پیش آں درخت خدمت مریدانہ کرد۔ ناگاہ در کنارۂ آب زور آورد۔ آں درخت از بیخ افتاد در آب رواں شد۔ آں عزیز ہم شاخے ازاں درخت گرفتہ می رفت در غرق آب افتاد۔ فرمان شد خواجہ خضر را آں جوان را تا بیرون آید۔ خواجہ خضر گفت۔ ای عزیز بیرون آئی کہ غرق خواہی شد۔ آں جواں مرد جواب داد۔ ایں درخت پیر من است برابر پیر خواہم رفت ہیچ نشنید۔ فرمان شد درخت راای درخت در گویائی او بگوای عزیز برگرد من ترا قبول کردم بفرمان خدا تعالیٰ آں درخت در گویائی آمد و آں عزیز را باز گردانید۔

پس اعتقاد درست باید وسرعت پیوستن شاید چوں آں عزیز رافنا فی الشیخ حاصل شدہ بوداز درخت مقصود حاصل شد۔ پس بر مقتضائے ایں چنیں ربط امید است کہ آں برادر را خدا تعالیٰ بمقصد ومقصود رساند واگر نہ من خس بیش نیم ۔جعلنا اللہ وایاکم من کلاب احبائہ والعاقبۃ بالعافیۃ۔

(۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء ''جعلنا اللہ وایاکم من کلاب احبائہ'' مرفوع ضمیر انور برادر دینی باد کہ احوال موجب وقت ست۔ الحمد للہ علی ذالک۔ وہر لحظہ ولحہ از کرم عمیم رب کریم مرجواست کہ احتراق فواد قلب نیران اشتیاق گردد کہ بعد ''ما حرق سوی الحبیب یبقی الحبیب'' روزی شود۔ ''وھذا ھو المعنی من البقاء بعد الفناء''۔ اللھم ارزقنی بعزتی حبیبک۔
وآں برادر درآں کوشد کہ ذرۂ از التہاب حقیقی در باطن خود تعبیہ کند۔ ہر چند کہ بکوشش نیست تا دوست کرا خواہد ملیش بکہ باشد۔ اما بہر حال بالوسع والامکان طالب آتش باشد۔ چناں چہ

شد مہوشی بعشق تو آتش پرست دَیر کور از مہر سوز دل آں ایمان آتش است

نہ طالب دنیا وآخرت کہ ''الدنیا لکم والعقبیٰ لکم والمولیٰ لی وان لم یکن المولیٰ لی۔ العیاذ باللہ۔ فحب المولیٰ لی'' باری درطلب دوست مردن بعد ''بعد ما ظھر حقیقتہ'' شہادت ابدی ودولت سرمدی است کہ ''من قتلتہ فانادیتہ''۔ رزقنا اللہ وایاکم۔ وجہد کند کہ خود درادر سگان حبیب شمار ''فان فاز فقد فاز فوزاً عظیماً وان مات فی طلبہٖ فوقع اجرہٗ علی اللہ'' متوقع کہ مرگ ماوآں برادر باری درطلب باشد کہ ''ھذا ھو مراد بخیر الخاتمۃ''۔ سیدی احینی محبالک وامتنی محبالک واجعلنی من احبائک۔
واگرنہ میل ایں سگ کرگس بدرجہ چگونہ رسد کہ خود بتمام وکمال آلودۂ دنیا وملوث بطلب عقبیٰ کہ شہوت نفسانی است گشتہ۔ سیدی ربی بکرم خود ومحبت حبیب خود ضمیر چرکین مرا بیک نظر رحمت از آلایش ماسوی پاک گردانی وبہر رنگے کہ خواہی بکن خواہ مسلم وخواہ کافر، مرا ایمان غم یار است ''انت سیدی وانت مولائی انت خلقتنی فاجعلنی من کلاب بابک ولا تجعلنی من کلاب غیرک سیدی عبد مذنبٌ وربٌ غفورٌ'' نمی گویم کہ دنیادار گردان ونمی خواہم بہشتی کن۔ سیدی ۔

کفر کافر را و دیں دین دار را ذرۂ درد دل عطار را

ذرۂ دردی ذرۂ دُردی ۔ جُرعۂ دردی جُرعۂ دردی۔ قلم ایں جا رسید وسر بشکست
۔العاقبۃ بالعاقبۃ۔

(۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء "اللھم ارزقنی الفناء فی الشیخ ثم البقاء باللّٰہ بکرمک وبحرمۃ حبیبک" بر ضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ اول جہد بداں باید کرد کہ "فناء فی الشیخ ثم البقاء بالشیخ" حاصل آید کہ "ھذا ھو المعنی بالفناء فی اللّٰہ والبقاء باللّٰہ وھذا ھوا لمراد بالتصوف"۔

عزیز من مراد از پیر درد است واز جہت ہمیں در ہند درد را پیری گویند-رزقنا اللّٰہ وایاکم- وہر کرا درد است وہر کرا پیر است اورا درد است او ہمیں سرمایہ مراد است۔ "وھذا المعنی بالفناء فی الشیخ ثم البقاء بالشیخ" ہر جوان مردے کہ دردل او پیر جا گیرد از غیر پیر خالی شد بحرمت پیر از ماسوا اللہ خالی گردد۔ چہ عزیز من پیر کہ فانی فی اللہ و باقی باللہ گشتہ دردل مرید کہ فنا فی الشیخ حاصل کردہ بمشابہ عرض خود جا کردہ از ماسوائے خود خالی کردہ۔ پس دل مرید با پیر کہ درداست باقی شد و پیر کامل کہ خود را بمشابہ عرض جا کردہ بود دردل مرید صادق و خالی کردہ بود از ماسواہ دل مرید را ہدایت نمود بسوی حق برنگی کہ خود فانی بحق بود پس دل مرید کہ خالی از غیر پیر بود کہ بمشابہ عرض بود" وھوما وجد وتلاشیٰ فما بقی فی قلب المرید سوی الحبیب وھو المعنی من الفناء فی اللّٰہ ثم البقاء باللّٰہ" پس دل را براں باید داشت کہ پیر کہ بمشابہٗ پیر است دردل مرید مقرر گردد ولذت دہد" وھذا المعنی من المحبۃ والمحبۃ اذازاد وافر العشق والعشق موصل الحبیب الی الحبیب"۔

پس باتفاق اہل تصوف محبت عین محنت است ومحنت درد است و درد پیر است وہر کرا ذرۂ از پیر نصیب شد زبان زلال محبت چشیدن گرفت ومستی یافت۔ لکاتبہ

اذ قنی جرعۃ من کاس حبک وقد تعلم بحبک اشتیاقی

وہر کرا مستی عشق نصیب شد۔ فانی بحق و باقی درحق گشت۔ "فبی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یبطش" حال او گشت و "عند ملیک مقتدر" مآل او "فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" زمرۂ او-سیدی ربی اجعلنی من کلاب الذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا-آمین

(۴)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک۔

برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ بعد الفناء فی الشیخ باصول ثمانیہ طریقت کہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر السہروردی فرمودہ کوشش نماید وجہد افزاید۔قال الشیخ الشیوخ:

"انی بمبلغ علمی وقدر وسعی اعتبرت المقامات والاحوال ومراتبها وثمراتها تجمعهاثلٰثة اشياء بعد صحة الايمان وعقوده وشروطه فصارت مع الايمان اربعة من تحقق بحقائق هذه الاربع يلج ملكوت السمٰوٰت ويكاشف بالقدرة والآيات ويصيرله ذوقاوفهما بكلمات اللّٰه المنزلات وحظا بجميع الاحوال والمقامات فكلها من هذه الاربع ظهرت وبها تهيلت وتاكدت احد الثلٰثة منها بعد الايمان التوبة النصوح والثانى الزهد فى الدنيا والثالث تحقيق مقام العبودية بدوام العمل ظاهراًوباطناً من الاعمال القبلية والقالبية من غيرفتورٍوقصورٍ ثم يعان على اتمام هذه الاربع باربع اُخربها تمامها وقوامها وهى قلة الطعام وقلة الكلام وقلة المنام وقلة الصحبة مع الانام" ۔

ای عزیز اصول ثمانیہ التزام نمودن از وجوب طریقت است وشریعت وحقیقت۔پس آں عزیز اولاتصحیح ایمان نماید وایمان آن ست کہ بدانی باری تعالیٰ چناں کہ اوست موصوف بکمال صفات"كما قال حبيب اللّٰه اٰمنت باللّٰه وملٰئكته وكتبه ورسله واليوم الآخروالقدرخيره وشره من اللّٰه تعالىٰ والبعث بعد الموت" ۔وایمان از ایمن داند

یعنی قلب وقالب راازغیر ایمن داندوامانت باری راکہ محبت اوست، دردل جادہد۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

وخطرات وہواجس رانفی کند بالذکراوبالتذکر۔

دوم: توبۂ نصوح بجاآردکہ "ففروا الی اللّٰہ وتوبوا الیہ توبۃً نصوحاً" وتوبہ بندامت وبازگشت است۔

باز می آیم و سر در قدمت می فگنم

مرا بخشندہ توئی بندۂ شرمندہ منم

رفتنی بہ بخشائے کہ باز آمدہ ام

گرتو دست ندہی دست بہ پائے کہ زنم

سیدی ومولائی ضاقت المذاھب الا الیک وخابت الاعمال الالدیک وھل التوکل الا علیک وانقطع الرجاء الاعنک ولا منجا ولا ملجأالا الیک تحصنت بالذی لہ الملک والملکوت واعتصمت بالذی لہ لعزۃ والجبروت وتوکلت علی الحی الذی لا یموت وھوعلی کل شئی قدیر" ۔

سیوم: زہداست ۔وھو بالذکروالصلوٰۃ والصوم والتلاوۃ والزکوٰۃ والحج والنھی عن الفحشاء والمنکر" ۔

چہارم: تحقیق مقام عبودیت است"بدوام العمل باللّٰہ ظاھراوباطنامن الاعمال القلبیۃ والقالبیۃ من غیرفتوروقصوروالرضاء بالقضاء وھومن اعلیٰ مراتب الموحدیۃ"۔

پنجم: قلۃ الطعام وھواما بالصوم اوبغیرہ کالفاقۃ کہ "الجوع مخ العبادۃ والفقر من توابع قلۃ الطعام" ۔ پس صوفی رافقروصوم وتوکل لازم باید۔

ششم:" قلۃ المنام وھواما بالصلوٰت اوبا لتلاوۃ او بالذکر اوبالعشق" کہ "تنام عینای ولا ینام قلبی روی عن علی حبب الی الصلوٰۃ باللیل والناس ینام" ۔

ہفتم: قلت صحبت خلق است، پس صوفی را احتراز از خلق باعتزال زاویہ باید تا از آفت حسد وحقد وغیبت وسائر مذمومات باز ماند وبحسیب پرداز دو خلق نیز از شر نفس ایں خلاص یابد۔

ہشتم: قلت کلام است تا از آفت عداوت بغض وریا وغیرہ باز ماند وہر چہ گوید بدوست گوید۔ ''فاذا احکمت الاصول الثمانية كما ينبغي فصرت الشيخ بحرمة الشيخ فبي يسمع وبي يبصر وبي ينطق و بي يبطش '' گشت وبمرتبۂ فناء الفناء رسیدی۔

اے عزیز از نفس وشیطان کہ عدو اند غافل نباید بود وآں چہ مشائخ فرمودہ اند نوشتہ شد والا از کوشش ما نیست۔ ع

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد

اما قول مشائخ است ہر کہ دوید کور گرفت نہ ہر کہ دوید کور گرفت۔ پس باید دوید۔ ''فان فاز فوزاً عظیما وان مات فقد وقع اجرهٔ على الله'' وآں نیز دولت عظیم است کہ ''من قتلته فانا ديته وهذا هو مراد العاشقين''۔ چہ مراد عاشق مراد معشوق است۔

تا ترک مراد خود نہ کردی صد بار
بیک بار مراد در کنارت نہ آید

أريد وصاله ويريد هجري
فاترك وما اريد لما يريد

نگہ را فارغ از ہجر وصالت مہوشی ہر دم
بصد جاں آرزو دارد ز عشقت سوز پنہانی

لانى فى الوصال عبيد نفسى
وفى الهجران مولى للموالى
وشغلى بالحبيب بكل وجه
احب الى من شغلى بحالى

قلم ایں جا رسید وسر بشکست۔ رزقنا الله وایاكم محبة حبيبه بحبيبه۔

(۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باسمک اللّٰہم بعد دُعاء ''اللّٰھم ارزقنی الفناء فی الشیخ و مقام الھویة بکرمک و بحبیبک سیدی ربی '' برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ بعد ''ماحصل الفناء فی الشیخ'' کوشش برآں باید افزود کہ فناء الفناء و ھویت در شیخ حاصل آید و ھویت ''ھو ھو'' بودن است و ''ھو ھو'' بودن کارے آسان نیست۔ ع

تا دوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد

چناں چہ منقول است کہ در مجلس حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر السھروردی چار عزیز حاضر آمدند۔ ہر یک مقام ھویت بچیزے داشتند۔ چوں ایں معنی بحضرت شیخ روشن شد فرمودند۔ بچہ چیز ھویت دارید؟ یکے گفت بہ آب، دیگرے گفت بخاک، دیگرے گفت بآتش، دیگرے گفت بہ باد۔ حضرت شیخ فرمودند تا طشت پر از آب آوردند و تودۂ خاک ساختند و تنور آتش گرم کردند۔ یکے برخاست و ''ھو ھو'' گفت و بر طشت آب پائے نہاد و غائب شد و دیگرے برخاست بر تودۂ خاک ایستاد و ''ھو ھو'' گفت غائب شد، دیگرے ''ھو ھو'' گفت در تنور آتش درآمد غائب شد، دیگرے چو باد وزید برخاست ''ھو ھو'' گفت غائب شد۔ حضرت شیخ انگشت تجرید بدنداں کردہ متعجب ماندند۔ چوں ساعتے گزشتہ ہر چار پیدا آمدند و کیفیت باز گفتند۔

پس اے عزیز! ایں است ھویت مجاز چہ جائے ھویت حقیقت۔ ہر سعادت مندے را کہ مقام ھویت دست دہد، شود انچہ شود۔ اے عزیز! ابو یوسف ابو حنیفہ'' و ''تخلقوا باخلاق اللّٰہ'' و ''دخلت علیٰ الرب بطریق الربوبیة لا بطریق العبودیة'' در حیّز امکان است و اما ''ھو ھو'' بالحقیقة صعوبت دارد۔ چناں کہ ؎

مردان خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند

تا از خود و خودی فناء مطلق نہ شود و بقا با شیخ حاصل نکند، ہیچ نہ بیند۔ پس کار خود را بہ شیخ سپارد "کالمیت بین یدی الغسال والارادة ترک الارادة للمرید" واز دنیا و آخرت ہیچ در نظر نیارد" الدنیا لکم والعقبیٰ لکم والمولیٰ لی۔

اے خلق حدیث او بگوئید
باقی ہمہ دلبراں شما را

وسوائے محبت مولیٰ در دل جا ندہد۔ لمحررہ

در منزل سر مہوشی را
جز عشق تو میہماں نگنجد

بارے مراد از صفائے باطن نیز ہمان است کہ غیر دوست ومحبت دوست وخیال دوست چیزے دیگر گنجائش نداشتہ باشد۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم صفاء الباطن بحرمة حبیبه سیدی احیني محبالک وامتني محبالک۔

(۶)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بعد دُعاء ''اللّٰھم احرق قلبی بنار شوقک'' بر ضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ ہمگی ہمت بریں دارد کہ باری تعالیٰ حاضر و ناظر است۔ ''فان لم تکن تراہ فانه یراک'' تا آں چہ نتائج حضور است محصول آید و یگانیت و یکتائی بیفزاید و سرِ ''نحن اقرب الیہ من حبل الورید'' رخ نماید- رقنا اللّٰہ و ایا کم الحضور بالحبیب - و معنیٰ '' فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ '' رائج گرد و مضمون ''ان اللّٰہ علی کل شئی محیط '' واضح شود بعونہ و کرمہ و معنی احاطہ بر خود مشکل ندارد کہ مثلاً آب را در کوزہ بر سر آتش می مانند، احاطہ آتش بر آب برنگے می شود کہ تمام خاصیت آتش در آب پیدا می شود ہر چند اضداد اند۔ چناں چہ قطرۂ آب بر تو بریزد بسوزی و آبلہ کنی۔ پس بدیدۂ بصیرت باید دید کہ بچہ رنگ آتش بر آب تافتہ کہ اگر کوزہ درمیان حجاب نہ باشد نہ آب ماند نہ آتش۔ '' ظھر الفساد فی البر و البحر'' حجاب بند شریعت است۔ پس ایں جانہ آب است کہ بود نہ آتش شد بلکہ تبدیل اوصاف شدہ ازیں جا معنیٰ احاطہ ''وَتَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ'' بفہمد کہ اتحاد است نہ حلول چہ اگر آب با آتش یکے شود آتش بمیرد و آب بسوزد و اگر آتش در آب بسوزد و اگر آتش در آب در آید۔ ہم چناں پس اتحاد و حلول را مظنہ نماند۔

مہوشی را ز مہوشی برہان
یارے تا فانی مطلق نشوی

معنیٰ ''اذا تم الفقر فھو اللّٰہ'' ندانی چہ فقر تبدیل اوصاف عبودیت است پس بعد فناء عبد عبودیت کجا ماند۔ ''فلا یبقیٰ سوای الحبیب '' وازیں جا ''اللّٰہ لا سواہٗ'' بدانی۔

کجا غیر کو غیر و کو نقش غیر
سوی اللّٰہ واللّٰہ مافی الوجود

"فبی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یبطش" بظہور آید-رزقنااللّٰہ وایاکم - اکنوں بداں کہ ایں مقام حال نشود مگر بعنایت الٰہی ونظر پیر کامل۔ پس رابطہ بباطن پیر اصل ایں راہ است۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم آں سمت کج کلا ہے

لکاتبہ

مہوشی جان تست فتح اللہ
بلکہ ایمان تست فتح اللہ

" الفناء فی الشیخ ہو الفناء فی اللّٰہ و البقاء باللّٰہ "-رزقنااللّٰہ وایاکم- پس پیر را بہر رنگے کہ دیدہ دردل بیندواز سوائے او خالی کند۔

در منزل سر مہوشی را
جز عشق تو میہماں نگنجد

اللھم احینی محبا لک و امتنی محبا لک۔آمین۔

(۷)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بعد دعا "اللھم اھدنی الی صراطک المستقیم" برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ کوشش برآن باید افزود و دل راہ باید نمود کہ صراط مستقیم روزی شود۔

والطرق الی اللّٰہ بعدد انفاس الخلایق

وللناس فیما یعشقون مذاھب

باید دانست کہ آں راہ کجاست۔ نہ در آسمان راہ حق است و نہ در زمین بلکہ "من القلوب الی القلوب" ۔ چناں چہ در حدیث قدسی است "انا عند المنکسرۃ قلوبھم" ۔ پس آں دل را باید دانست و خود را دل باید بہم رساند دل آں پارۂ گوشت نیست کہ گاؤ خر ہم دارد بلکہ دل آں است کہ از تزویج روح بالنفس نتیجہ و فرزند حاصل آید آں را دل نام است پس اول نفس کہ مونث سرکش است تا خود را بروح کہ زوج است تن ندہد و روح برآں قادر نہ شود فرزند چگونہ حاصل آید۔ العیاذ باللّٰہ - اگر روح بر جُلیت نہ باشد پس زن سرکش بشیطان جفت شود کہ میان ایشاں جنسیت ہم است رود تن دہد واز و فرزند آید کہ آں را خناس نام است اگر بالغ شود۔ العیاذ باللّٰہ - ملک قلب در تخت تصرف خود کند "فظھر الفساد فی البر و البحر" - اللھم انی اعوذ بک من شر الخناس -

پس اے عزیز دار وے قوت و رَجُلیت بروح باید داد کہ قدرت او بر نفس ظاہر شود و آں دوا در روا کردن از روے روح است و قطع آرزوے نفس تا نفس زبون و روح قوی گردد و نفس را در کنار گیر د و تصرف کند تا فرزند کہ دل نام دارد متولد شود - رزقنا اللّٰہ و ایاکم - بعد توالد پرورش باید داد کہ علوی شود۔ چہ مادر او سفلی یعنی نفس و پدر او علوی ست یعنی روح اگر بجانب مادر رود - العیاذ باللّٰہ - و تصرف ملک کند۔ فایضاً "ظھر الفساد فی البر و البحر" ۔

پس بمرضی روح کہ پدراست، پرورش باید کرد "الولد سر لابیہ" بظہور آید وبعد "ماصلح صلح الملک" کہ " ان فی جسد آدم قلباً فاذا صلح صلح جمیع اعضائه واذا فسد فسد جمیع اعضائہٖ" ۔ چہ آں فرزند محبوب حق است وملک محبوب رابدو بخشند۔ پس ای عزیز بعدازیں کہ خدادل نصیب کنداورا ے بسوے دلی باید برد کہ استاداو باشدو "مِنَ القلوبِ الی القلوب" راست آیدوآں دل پیرومرشداست کہ حق تعالیٰ رامحبوب گشت وپیش استادشاگردرا "کالمیت بین یدی الغسال" باید بودتابرآں چہ مرضی حق است ادب دہد وتعلیم کندشایستہ۔ "یحبهم ویحبونه" گرددو"عندملیک مقتدر" منزل یابدو "من الذین لاخوف علیهم ولا هم یحزنون" شود-رزقنا الله وایاکم- پس دل گوید کہ "دلنی علی اقرب الطرق الی الله۔ فیقول الاستاذ وهوحبیب الرحمن اووارثہٖ غمض عیناک وقل لا اله الا اللّٰه فاذا اخذت وقلت سراً وعلانیةً ودون الجهر فوجدت الصراط المستقیم" وبایددانست کہ درذکرگفتن آں چہ ازاں سرورمنقول است وعن عن ثابت شدہ براں طریق ملازمت نمایدخواہ جہرخواہ خفی خواہ اخفی کہ خفی الخفی نیزگویندو"لکل وقت واحوال" چناں چہ شیخ خواہدنموداول جہرخواہ یک ضربی خواہ دوضربی خواہ سہ ضربی خواہ چہارضربی خواہ پنج ضربی تادہ ضربی دوازدہ ضربی بابرزخ وملاحظہ وارادہ ومفہوم ملاحظہ وارادہ "فان رغبت فعلیک بخدمة الشیخ" وبعدازان بخفی کہ مرتبہ توسط است وبعدآں باخفی کہ مرتبہ نہایت است وبعد آں مراقبہ "وشرائطها واحوالها یعرف بالشیخ فان رغبت فعلیک به واذا فعلت مایامربه الشیخ وجدت ماوجدت وتری ماتری وتعلم ما تعلم" ۔ بعدازاں دِلت قائل الہ شدو"اذاتم الفقر فهو الله" گشت۔ قلم ایں جارسیدوسرشکست -رزقناالله وایاکم متابعة حبیبه بحبیه-

(۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب من یحبک۔

برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ دل راازیاد شیخ ہیچ وقت خالی ندار کہ ثمرۂ محبت بظہور آید کہ "من احب شیئًا اکثر ذکرہ" ۔ لکاتبہٖ

اے یاد تو قوت جان عشاق   وے عشق تو روح بخش ہر جاں

باری کارازہمیں مراقبہ شیخ می کشاید و تعظیم شیخ بحدی لازم آید، حتی السجدۃ ۔ "من القشیری ما کان آدم وذریتہ مسجود الملائکۃ ولکن اختصوا بسرٍ من اسرار الربوبیۃ فمن ظھر علیہ ذالک السّرُ بالضرورۃ یسجدو کان سجدۃ اخوۃ یوسف ابویہ من ھذاالقبیل" ۔

پس ہرکس کہ بمیراث آں سر بدو رسد لاچار مریدان را سجدہ فرض بود "فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون الاابلیس ابی واستکبرو کان من الکافرین" ۔ پس آناں کہ اس سراز پیر بیند وسجدہ نکند کفار طریقت باشند۔ "وھذہ السنۃ باقیۃ الی ساعتنا ھذہٗ" ۔

پس مریدان کہ آں سر ندیدہ اند "متابعۃً لشیوخہ" سجدہ می کنند جائز باشد و بحرمت تقلید تحقیق روزی گردد "بمنہ وفضلہ" باری اول مراقبہ شیخ ملازمت نماید کہ "فی کل حین و فی کل مکان" بر ما حاضر و ناظر است۔ پس ہرگاہ مراقبہ پیر دست دہد بالضرورت ازشرم پیر گناہ واقع نشود وفعلے کہ پیر بران بودہ بظہور آید واگر نعمت پیر بتمام حاصل نشود۔ العیاذ باللہ۔ باری نعمت "من احب قوماً فھو منھم" خود است و "ان اللّٰہ لیدفع بالمسلم الصالح عن مائۃ من اھل بیتہ ومن جیرانہ البلاء صدق حبیب اللہ وایضاً قال ان اللہ لیصلح بصلاح الرجل ولدہ وولد ولدہ واھل دویرتہ ودویرات حولہ ولایزالون فی حفظ اللّٰہ مادام فیھم" وگفتہ اند "صلاح الاباء صلاح الا بناء" وفرمان باری عزوجل است "ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم" درشان حبیب خود۔ ھکذا حبیب حبیبہٖ وورثتہ ۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم المحبۃ بالشیخ والفناء فی الشیخ۔ آمین آمین۔

(۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء ''اللھم اذقنی جرعة من کأس شیوخی واجعلنی من کلابھم'' بر ضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ ہمگی ہمت بریں وارد کہ خدمت از دست ندہد۔ چہ آں چہ آید از خدمت آید۔ ہر چند خدمت پیش تر نتیجہ بیش تر چرا کہ اگر خدمت مردۂ ومزاری بکند ہم نتیجہ دہد۔ چناں چہ شیخ سعدی فرمودہ است۔

آں کہ نہ شمیدہ است وقتی بوے عشق
گو بشیراز آئی و خاک من بہ بوئے

نقلے است کہ شخصے بریں میت از ملکے طے مسافت کردہ بشیراز آمد پیش قبر شیخ ایں بیت خواند و گفت کو بوساعتے ایستاد بو یافت سینہ ترقید و جان بدوست سپرد۔ پس چہ جائے شیخ حی کہ ''کالنبی فی قومہٖ'' است ''یحیی ویمیت'' صفت اوست۔ شاید از لطف دل مردۂ تر ازندہ گرداند و شاید آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند۔ مس قلب را بیک نظر زر خالص گردانند بہر حال ''ھم القوم لا یشقی جلیسھم'' بارے کم از جوگی باطل نباشد کہ بباطل دہ سال و بست سال وسی سال خدمت گرومی کنند کہ ہر کہ در خدمت سوخت ساخت۔

کمتر از ہندو زنے نتواں شد اندر راہ عشق
کز براے مردہ سوزد زندہ جان خویش را
حاصل عشقت سہ سخن بیش نیست
خام بدم پختہ شدم سوختم

دیگری فرماید ''حاصل عشقت سہ سخن بیش نیست۔ سوختم وسوختم وسوختم''۔ اللھم احرق قلبی بنار شوقک والعشق ناریحترق ماسو اللہ'' نتیجہ گرداں۔ العاقبة بالعافیة۔

(۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مابعد دعاء ''اللهم اجعلنی من الذین جاهد وافیناالنهد ینهم سبلنا'' برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ کوشش در جہاد نفس آید۔ آں چہ درا وراد مذکور است از صوم وصلوٰۃ وتسبیح وفکر ''من الوسع والامکان'' بجا آرد۔ شاید از برکت اعمال ظاہر کشایش باطنی روزی گردد کہ ''الاعمال تورث الاحوال'' ہر چند کہ از سعی ما نیست۔ ع

تا دوست کر اخواہد و میلش بکہ باشد

تا جاذبہ ''یحبهم ویحبونه'' عنان نہ کشد از ما ضعیفان کاری نمی آید وباری نمی کشاید لیکن در عمل کوشد'' کل میسر لما خُلق'' ظاہر گردد سر ''یحبهم'' علانیہ شود۔ چہ تا داعیہ محبت درمیان نباشد۔ کاری ومشقتے کہ باآں متعلق است برائے چہ کند بعد ما وقع معلوم شود کہ ''جذبة من جذبة من الله'' نصیب گشتہ است ''ومن آمن بالله وباليوم الآخر وعمل صالحاً فلهم اجرهم عند ربهم ولاخوف عليهم ولا هم يحزنون'' بارے در استقامت عمل کوشد وکاسل وکاہل نباشد کہ ''من تعلق بالكسل فلياس عن سعادت الدارين'' واگر سرے از اسرار ربوبیت منکشف شود۔ رزقنا الله وایاکم۔ مغرور شدہ ترک عمل نکند کہ'' نعوذ بالله من الحور بعد الكور'' چہ ہر چند کسب اعمال پیش تر کشف احوال بیش تر۔ رزقنا الله وایاکم۔ براں برادر باد کہ از جہت کسب رزق ترک عمل ایضاً نکند کہ'' وما من دابة فی الارض الاعلىٰ الله رزقها'' یقین بر کفالہ باری کند۔ ودریں خود را متوکل نہ شمرد۔ ''وكاين من دابةٍ لاتحمل رزقها، الله يرزقها وایاکم'' بلکہ توکل آن ست کہ '' اُفوِض امری الی الله'' وہر کارے وہر مہمے خود رابدو سپارد وکسب وغیر کسب از وشناسد۔ ''النافع والضار'' اوراداند کہ ''الرضاء بالقضاء من اعلىٰ مراتب الموحدية''۔ بہر حال خواہ کسب خواہ غیر کسب ترک عمل

نکند۔ ؎

سعدیؔ از عشق بنازد چہ کند ملک وجود
حیف باشد کہ ہمہ عمر بباطل گذرد

و "خدمة المحبوب من ثمرات المحبة فمن خدم بالتلذذ علم ان له محبّة ورضی بقضائه۔

ولو بيد الحبيب سقيت سما
لكان السم من يده يطيب

"رضی اللّٰہ عنهم ورضوا عنه ذلک لمن خشیَ ربه" پس بہ آمدن چیزے خوش وبرفتن چیزے دل گیری نباشد، باری بغم یار و بخیال یار و بخدمت یار عمر گذارند۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔

مہوشی را یقین است کہ سر مہر
جز خیالت ازیں جہان نبرد

اگر نہ۔ العیاذباللّٰہ۔ زیستن درزمرۂ "اولئک کالانعام بل هم اضل سبیلا" گرددو جان وتن بحبہ نیرزد۔ ؎

عاشقاں جاں ز پئے مصلحتے می خواہند
تا نثار قد بالائے دل آرام کنند

رب اجعلنی من کلاب احبائک بکرمک وحبیبک۔

(۱۱)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء ''اللھم اجعلنی من الھادین المھدیین ولا تجعلنی من الضالین المضلین بکرمک و بحبیبک''، بر ضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ جہد بر آں دارد کہ وساوس شیطانی وہواجس نفسانی در دل متمکن نہ گردد و زمان متوجہ بحق ومتوسل بشیخ گردد و نفی خاطر کند کہ ''عبادۃ الفقیر نفی الخواطر'' آں چہ خطرہ غیر حق است در دل نگذارد و بپاس انفاس مشغول باشد کہ ''عبادۃ الفقیر حبس الحواس وعد الانفاس'' و پاس انفاس آں چہ عن عن ثابت شدہ چند قسم است۔ یکے آں کہ ہر نفسے کہ بر آید ''لا الٰہ'' تصور کند و ہر دمے کہ در آید ''الا اللّٰہ'' تصور دارد بارادہ ومفہوم۔ دیگر ہر دمی کہ بر آید ''اللّٰہ'' تصور کند و ہر دمے کہ در آید ''اللّٰہ'' تصور کند بامفہوم ''لا معبود ولاموجود الا انت یا انت المعبود'' دیگر ہر دمے کہ بر آید یا تصور کند و ہر دمے کہ در آید ''ھو'' کند بملاحظہ ''انت ھو'' بارے نفس را پاس دارد کہ بے یاد او نرود کہ از پاس انفاس نفی خواطر نیز شود۔

بر مہوشی چہ باک ز یاجوج طعن غیر
بنیاد عشق دوست چو سد سکندر است

اللھم نور قلبی بنور حضورک.

(۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء "اللھم اجعلنی من المشتاقین الیک" بر ضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ بلباس تقید ورزیدن مرید را نشاید۔ آں چہ پیش آید بپوشد۔

مراد اہل تصوف لباس ظاہر نیست
کمر بخدمت سلطاں بہ بند و صوفی باش

و بر سجادہ نشستن سر لازم نیست کار باید کرد۔ خواہ در خدمت مخلوق باشد ظاہرا وخواہ خدمت خالق از دست ندہد۔

چناں چہ منقول است از قدوۃ المرشدین حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری قدس سرہٗ کہ حضرت شیخ محمد قدس سرہٗ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس سرہٗ میر صدر بودند۔ چناں چہ رسم اہل دولت است موی بند بر سر می انداختند و یکتا و دستار چہ می پوشیدند برابر لشکر سلطان در مانک پور نزول فرمودند۔ حضرت مولانا جلال الدین قدس سرہٗ جد حضرت شیخ حسام الدین قدس سرہٗ مرید ایشاں بودند۔ روزے نشستہ بودند کہ قاضی سلونہ و پسرا و برائے ملاقات رواں شدند و میان خود گفتند۔ یکے آں کہ مرا نبات دہند۔ دیگرے آں کہ مرا شیرینی دہند اگر شیخ اند۔ بندگی شیخ محمد فرمودند کہ مولانا جلال الدین مدعیان برائے امتحان می آیند۔ یک کلہ نبات دیگر پٹاری شیرینی بیارید۔ چوں پسر و پدر ہر دو آمدہ پابوس کردند۔ شیخ فرمودند تبرک ما پیش ایشاں بیارید۔ آوردند آں چہ نیت کردہ بودند ہر کدام پیش خود دیدند۔ معتقد شدہ قاضی سلونہ التماس کردند کہ در خانہ ما مہمان شوید۔ شیخ فرمودند کہ مارا چہل سال است کہ از خانہ قاضیان طعام نمی خوریم۔ چوں قاضی منفعل شدہ۔ شیخ فرمودند کہ پسر شما در دیوان قضا نانے دارد۔ قاضی گفت ندارد۔ فرمودند کہ طعام از ملک پسر کنید ما خواہیم خورد۔

باری بندگی شیخ دانش مند و شیخ بودند مریدان می گرفتند و برابر لشکر سلطان خدمت می کردند۔ پس لباس ظاہر وکسب ظاہر اعتباری ندارد کہ ''ان اللّٰہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر'' (نسخہ میں اس کے بعد ڈیڑھ صفحات خالی از کتابت ہیں اور اس کے بعد عبارات ذیل ہیں) بعد آں کہ بمحبوب الہ رسی بالہ رسیدی کہ ''من رانی فقد رای اللّٰہ'' ناطق است۔ وبعد حصول برزخ خود باخلاق برزخ متخلق باید گشت تا ابتداء ذکر ''صدق حبیب اللّٰہ امنا بہ'' برسی و در ابتدا ملاحظہ و مفہوم کہ نیز در کلمۂ طیبہ داخل است باید دانست۔ چہ لفظ ''لا الہ الا اللّٰہ'' معنی دارد کہ ''لا معبود ولا مقصود ولا محبوب الا اللّٰہ لعلم نفی ماسوی اللّٰہ و نفی ارادۃ ماسوی اللّٰہ نفی مفہوم ماسوی اللّٰہ اثبات الا اللّٰہ'' ماند ''وھو مستجمع بصفات اللّٰہ بالکمال والجمال والجلال'' پس ملاحظہ صفات آں ذات و مفہوم در دل مقرر باید کرد و خود بعد فنائے خود کہ ''موتوا قبل ان تموتوا'' ناطق است ''تخلقوا باخلاق اللّٰہ'' متصف و متخلق باید گشت و ''صفات اللّٰہ بالاجمال تسع وتسعون وبالتفصیل العالم کلہ لا الی النہایۃ'' توضیح اول صوفی را بصفات برزخ صغیر متخلق باید گشت تا بذات برزخ صغیر برسد۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔ وبعد حصول ایں بصفات برزخ کبیر متصف و متخلق باید شد کہ ''قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعون یحببکم اللّٰہ'' ناطق است تا بذات برزخ کبیر توانی رسید۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔ بعد وصل ''تخلقوا باخلاق اللّٰہ'' روے نماید و ''فناء الفناء'' چہرہ کشاید۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔ وھذا علم الیقین کہ ''وعلم آدم الاسماء کلھا''۔ ؎

او علم نمی شنید لب بر بستم
او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

''فاذا صار ذٰلک عین الیقین وھو بفناء علم الیقین''۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔ چہ تا خود در برزخ کبیر با جمیع علوم مذکور فانی نہ گردی کہ ''فناء الفناء'' عبارت ازیں ست بحق الیقین نرسی و بعد فناء الفناء۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔ بجمع الجمع رسی و معنی ''اللّٰہ لا سواہ'' بعد فنائے خود در خود بلا حلول واتحاد یابی واز صفات برون بروی کہ تجاوز از حد شریعت جائز نیست کہ ''تفکروا فی صفاتہ ولا تفکروا فی ذاتہ'' ناطق است۔ الغرض مثلاً کلمہ ''لا الہ الا اللّٰہ''

باحضور برزخ صغیر و یا کبیر یانفی ماسوی اللہ و فنائے فنائے خود کہ در ماسوی اللہ داخل است باضربات وملاحظات اللہ کہ مستجمع صفات است باملاحظہ صفتے بصفتے ''من الرحمن الرحیم الملک الی تسعة و تسعین'' دردل جادہد وخود را ودل خود را باعلم الیقین وعین الیقین ماسوی اللہ بیرون کشد معنیٰ ''اللّٰہ ولم یکن معہ شئی والفقیر یحتاج الی کل شی ولا یحتاج الی شئی'' دریابد ''وبی یسمع وبی ینطق و بی یبصر'' حال و ''عند ملیک مقتدر'' مآل گردد۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔ تابعد نفی واثبات باسم ذات رسی ودر اسم ذات مشغول باشی اول بجہر باضراب متفاوتہ کما یقول الشیخ باز بخفی مثلاً سہ پایہ وعشقیہ شطار ع

برزخ وذات وصفات وشد ومد وتحت وفوق

می نماید طالباں راکل نفس ذوق، شوق

وھوھکذا۔ مثلاً اب اص درنو دونہ صفت باملاحظہ ومفہوم باید کشید امہات اخوات ملفوفات امہات ھکذ لفظ اللّٰہ بجہر یاخفی بابرزخ وملاحظہ یک صفت ومفہوم آں باہشت رکن بکشد عروجاً ونزولاً۔ بیند آں چہ بیند وداند آں چہ داند مثلاً:

اللّٰہ الرحمن ب ارم م ب ا رم م ب ا م م م ب ا ق م ب اس م ب

ام م ب ام م ب ا غ م ب ا ق م ب ا وم ب ار م ب اف م ب ا ع م

ب ا ق م ب ا ب م ب ا خ م ب ارم ب ام م ب ام م ب ام م ب اس م ب

اب م ب اح م ب ا ع م ب ال م ب اخ م ب اخ م ب ا ع م ب ا ع

م اش م ب ع م ب اک م ب اح م ب ام م ب ہ اح م ب اج م ب

اک م ب ا ر م ب ام م ب او م ب اح م ب او م ب ام م ب اب م

ب اش م ب اح م ب او م ب اق م ب ام م ب او م ب اح م ب

ام م ب ام م ب ام م ب ام م ب ام م ب ام م ب اح م ب اق م ب

ام وم ب ام م ب اوم ب ا ا م ب اص م ب اق م ب ام م ب ام م

ب ام م ب ا ا م ب اا م م ب اظ م ب اب م ب اوم ب ام م ب اب

م ب ات م ب ا م م ب ا م م ب ام م ب ا ع م ب ا ر م ب ا ر م ب

ام م ب ا ج م ب اغ م ب ام م ب ام م ب ام م ت ام م ب ام م ب
اض م ب ان م ب ان م ب اه م ب اب م ب اب م ب اوم ب ارم
ب اصهکذا الامهات والملفوفات.

فَـاِنْ رَغِبْـتَ فَعلَيْـکَ بِـخدمة الشيخ۔ وبعضے از مشائخ شطار ہمیں ہفت صفت اصول اکتفا کردند۔ چناں چہ در کتب مشائخ ہمیں امہات واخوات وملفوفات مذکور است وبعضے بسہ صفت-رزقنا اللّٰہ وایاکم الاشتغال باللّٰہ والاعراض عمن سوی اللّٰہ–

باید دانست کہ بخبری کہ دریں راہ درنظر برافتد متوجہ نشود کہ "مـــازاغ البـــصـــر ومــاطغـی" وورذکر نماند بلکہ بمذکور شتابد کہ مقصود فنائے خودوبقائے محبوب است۔ بہر رنگے کہ باشد "عبـاراتـنـا شتی وحسنک واحد" واگر درذکر ماند "فـمـا شـغـلـک عن اللّٰہ فهو منک" تاازصفات نگذری بذات نرسی-رزقنا اللّٰہ وایاکم متابعة حبیبہ بحبیبہ–

(۱۴)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بعددعاء"اللھم اجعلنی من الذین تحابافی اللّٰہ" برضمیر برادردینی مخفی نماند کہ شیخ رابایدکہ ہمیشہ درپئے ترغیب وتسخیر خلق نبود۔ چہ "اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح ورائیتَ الناسَ یَدْخلُوْنَ فی دین اللّٰہ افواجافسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا"۔ ہرگاہ کہ وقت آں برسدآں چہ مقدرراست خواہد شد۔ بعضے انبیاء رایک فردامت بود وبعضے رادو وبعضے راہزار لاعلی النھایۃ۔پس درنبوت ہیچ یکے قصورنیست-العیاذ باللّٰہ- "ھکذا الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی امتہ" وہرگاہ کہ دربیعت اودرآیند شیخ نیز بمقتضائے" فسبح بحمد ربک واستغفرہ" درتسبیح واستغفارکوشد۔دربیعت کہ دست مریدکرد۔داندکہ "ید اللّٰہ فوق ایدیھم" ونیت شیخ ایں باشد کہ شایداز برکت دست ایں مرید مارامغفرت نصیب شودومریدراخود ہمیں نیت است۔

چہ نقل ست کہ مالک دینارراباد ہری بحث افتاد۔دہری گفت کہ دین مابرحق است۔ مالک دینار گفت کہ دین مابرحق است۔اتفاق دریں افتاد کہ ہردورا آتش درآیم دین ہرکہ برحق است نخواہد سوخت۔ہردودست یک دگرگرفتہ درآتش کدہ درآمدند ہیچ کدامے نسوخت......درعالم پیداشد بمالک دینار ومشائخ روزگارآں وقت ہمیں الہام شد کہ دین مالک برحق است ودین دہری باطل لیکن دہری راازاں نسوختم کہ دست اوبدست دوست مامتصل بود بہر چہ دست دوست برسدچراسوزد۔پس پیرومریدرادربیعت دین نیت بایدومصافحہ ازیں سنت است وحدیث نبوی نیز دریں باب است کہ ہردوکس خالصاً اللہ مصافحہ کنند گناہ ہرکدام اولین وآخرین امرزیدہ گردد وآں چہ سنت بیعت است بجاآردومریدقبول کندکہ دست پیرنائب دست رسول اللہ است عن عن،"وید اللّٰہ فوق ایدیھم" ناطق است ومریددروقت بیعت مغفورمی شودوازاں جاست بعد بیعت بامریدنومصافحہ می کند"وھذہ السنۃ باقیۃ الی ساعتنا"-العاقبۃ بالعافیۃ-

(۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء ''اللھم خلصنی عمن سواک بکر مکِ و بحبیبک'' بر ضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ بعد تصحیح توبہ خدمت شیخ وحق فرض است وشرط خدمت شیخ آں کہ اعتراض بر فعل شیخ نباید۔ چہ اگرمی داند وتو نمی دانی اکثر افعال درنظر تو ناشروع می نماید ''ھو عند اللہ حق'' و بر حق اعتراض کفر باشد۔ زین ہار ہزار زین ہار از اعتراض کہ ''فان اتبعتنی فلا تسئالنی عن شئی حتی احدث لکِ منہ ذِکراً'' ۔''فلا تسالنی عن شئی'' شرط خدمت است وافعال شیخ راعلم تو درنمی یابد بلک می گوئی ''أقتلت نفساً زکیةً بغیر نفس لقد جئت شئی نکراً'' وھو حق. ''واما الغلام فکان ابواہ مؤمنین فخشینا ان یُرھقھما طغیاناً و کفراً''، ''وما فعلتہ عن امری ذالک'' پس باید دانست کہ اعتراض بر کہ راجع می شود۔ چہ بر شیخ وچہ بر غیر شیخ۔ بر ہیچ فقیرے اعتراض وامتحان نباید کہ در امتحان تکلف است ''لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا'' شاید در وقدرت او نباشد یا وقت او تقاضا نکند وتو منکر شوی -العیاذ باللہ -واین راجع بسوے کفر است وفقیر را ہیچ قصور نیست۔ع

چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی

واگر آں فعل از وصادر شد چہ فائدہ۔ پس بجائے امتحان اے عزیز طالب حق باش کہ اگر تو اند بدہد واگر نتو اند بارے ماجور شوی۔

ایں فقیر روزے بخدمت حضرت قدوۃ السالکین شیخ نظام نارنولی قدس سرہٗ رفت وطلب چیزے بخاطر خطور کردہ بود وآں مرضی حق بود، لیکن غیر ذات او بود ویاران دیگر با متحان پیش آمدند۔ حضرت شیخ التفات نمود آنچہ مراد یاران بود، یک یک گفتند وپیش آوردند وایں فقیر راچوں طالب امتحان نمود بسیار التفات نمودند در حجرہ بردند فرمودند۔ اگر پیش فقیر بروید اول باید کہ

اعتراض وامتحان درنظر نباشد واز فقیر چیزے باید طلبید کہ ہیچ بادشاہ دنیا نداشتہ باشد واگر چیزے طلبید کہ ہمہ جا از ہمہ کس بدرہم و دینار تواند یافت از فقیر چرا طلبید کہ او درہم ندارد۔ چناں چہ یاران طلب داشتند وایں فقیر را فرمودہ اند۔ تو طالب بودی اما قاصر در طلب چرا آں نہ طلبی کہ ہمہ از و یابی فی الحال نیت منقلب شد تلقینے فرمودند ہفت روز در خدمت نگاہ داشتند روز ہشتم رخصت کردند۔ رزقنا اللّٰہ العمل بما قال و امر بہ حق تعالیٰ۔ مارا وآں برادر را طالب گرداند کہ ''الارادۃ ترک الارادۃ'' نصیب شود واز تقلید بتحقیق رو۔ چناں چہ در ''فاتبعونی یحببکم اللّٰہ'' ہم تحقیق وہم تقلید است تا تقلید نہ شود تحقیق از کجا بیند۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم المتابعۃ والخلق بحبیبہ وبہ۔ آمین۔

(۱۵)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء " رب اعوذبک من ھمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون"، برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ حتی الوسع والامکان نفی خواطر باید کرد کہ " الخواطر تدخل کسیل العرم" تا نفی خواطر نکنی و بزبان یاد شیخ نکنی خلاصی نیست۔ ع

یا خانہ جائے رختہ بود یا خیال دوست

ہر چند بکوشش نیست، اما محاربہ فرض است والا نہ از خطرہ انبیا و اولیا خالی نبودند لیکن نفی می کردند۔ چناں چہ اصل خطرہ از ابوالبشر است مہتر آدم صلوٰۃ اللّٰہ علیہ چوں نام خاتم المرسلین درلوح محفوظ دیدند پرسیدند کہ نام کیست۔ حکم شد کہ فرزند تو کہ ترا ابو بخشند۔ حق تعالیٰ نصف آں راشیطان داد کہ وسوسہ دہد و نصف را گندم آفرید کہ بخوردن آں عصیاں بوجود آید۔ پس از شومی آں ابوالبشر گندم خورد۔ "فعصیٰ ربہ" ناطق است "فازلّھما الشیطان عنھما فاخرجھما مما کانا فیہ" وچوں ابوالبشر خلیفۂ حق بود و نبی مرسل۔ "فتلقی اٰدم ربہٗ بکلماتٍ فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم"۔ پس وای برفقیران کہ ہمیشہ در وسوسۂ شیطان و گندم ہمیشہ قوت جان پس اگر تلقی کلمات از آں جانب نباشد ایمان سلامت بردن مشکل کارے است۔ پس باید کہ ہمیشہ ثابت باشد کہ "ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین" و در نفی خواطر کوشد واز برائے نفی خواطر۔ پیران چہار رکعت صلوٰۃ القلاقل گذاردہ اند وایں فقیر در خواب مامور شدہ کہ وقت تہجد بگذارد۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔ وآں آنست کہ در ہر رکعتے چہار قل بخواند "قال رسول اللّٰہ ﷺ علیکم بصلوٰۃ القلاقل" و ہر وقت کہ خطرۂ غیر حق درآید باید کہ "لاحول" گوید و چہرۂ شیخ در نظر آرد و عنان خاطر از دست زند و حبس کند کہ "عبادۃ الفقیر حبس الحواس وعد الانفاس" ۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم والعاقبۃ بالعافیۃ۔

(۱۶)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء ''اللھم احینی محبالک وامتنی محبالک'' برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ طالب را باید کہ ہمیشہ در ذکر موت باشد۔ ''قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حاکیا عن اللّٰہ اذااحب العبد لقائی اَحببت لقاء ہ واذاکرہ لقائی کرھت لقاءہ قال بعض المحدثین اللقاء ھوالموت وقال بعضھم ھوالتقرب الی اللّٰہ'' ۔

پس بہرحال ''الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب'' ولہٰذا در عرف موت راوصال گویند۔ چرا کسے طالب نہ باشد ولہٰذا بعضے از مشائخ مراقبۂ گورمرید را تلقین می کنند کہ خود را دراں خانۂ تاریک وتنگ تصور کند واز لذت باز ماند ''ولا یکون معہ الا ھو'' ازیں جا ''موتوا قبل ان تموتوا'' روزی شود۔ ''واعبد ربک حتی یاتیک الیقین'' روی نماید۔ ''قال بعض المشائخ الیقین ھوالموت وقال سھل التستری الیقین ھو اللّٰہ'' پس بہر حال خواہ موت مراد باشد خواہ فناء الفناء ''وھو الموت حقیقۃ ھند ارباب البصیرۃ'' ایں وقت طالب سالک گردد کہ ''اول قدم السلوک الفناء'' کہ ''دع نفسک وتعال'' و''دع '' امر وامتثال۔ امر واجب وامتثال بفناء و ''موتوا قبل ان تموتوا'' است نہ بامانت حق کہ بامتثال طالب نیست ہرچند فناء خود ہم بے فناء حق نیست۔ ع

تا دوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد

پس ہرگاہ کہ قابل سلوک باشد وقدم در راہ نہاد، در زمرۂ ''اذا تلقانی عبدی بشبر تلقیتہٗ بذراع واذا تلقانی بذراعٍ تلقیتہ بباعٍ واذا تلقانی بباعٍ جئیتہ باسرعٍ'' گردد -رزقنا اللّٰہ وایاکم- ومژدۂ ''اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر'' روزی شود-رزقنا اللّٰہ وایاکم بحبیبہ الکریم-

(۱۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء "اللهم اجعلنی من کلاب الا برار" بر ضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ حتی الوسع والامکان در بر و تقویٰ کوشیدن فرض ایں راہ است و آں آن کہ "المتقی من یتقی الشرک و المعاصی" وشرک آں است کہ در دل صوفی خطرہ غیر حق در آید - العیاذ باللہ من ذالک۔ "والبر الاحسان وھوان تعبد ربک کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراک" وایں آن ست مگر بعد فناء الفناء - رزقنا اللہ وایاکم - کہ "وجودک ذنب لا یقاس به ذنبٌ وھو الشرک وھو اکبر الکبائر" کہ "ان اللہ لایغفران یشرک به یغفرما دون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالاً بعیداً" پس طالب را استغفار خود باید "قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انی لا ستغفر اللہ فی کل یومٍ سبعین مرةً وھوھذا الاستغفار" چوں باستغفار از خود فانی شدی بدوست باقی گشتی و در زمرہ "ان الابرار لفی نعیم علی الارائک ینظرون" در آمدی مراد از نعیم نعمت دیدار است۔ چناں چہ "ینظرون" منقول ست - رزقنا اللہ وایاکم - وایں زمان "تعرف فی وجوھھم نضرة النعیم" صادق آمد و کاس محبت چشیدن گرفت کہ "یسقون من رحیق مختومٍ ختامه مسک" ناطق است مراد ازیں مئے محبت است کہ مہر کردہ شدہ بمشک است در دلہائے اولیاء - رزقنا اللہ وایاکم - پس رغبت طالب کلاًّ وجملةً درین باید نہ در غیر ایں "وفی ذلک فلیتنا فس المتنا فسون" مخبر است و آں مئے محبت آمیختہ بشربت دیدار است کہ "ومزاجه من تسنیم یشرب بھا المقربون" دال است۔ تسنیم جوی ست کہ از زیر عرش بہ بہشت نازل است۔ پس مراد ہماں است کہ مئے محبت آمیختہ بشربت دیدار است "عیناًیشرب بھا المقربون"۔ سیدی ربی۔

اذقـــــنـــــی جـــرعۃ مــــن کــــاس حبک
وقــــد تــــعــــلــــم بــــحبک اشتیــــاقــــی

وبعدازاں کہ درزمرۂ مقرباں گشتی شراب مالا مال چشیدن یابی و"ھل من مزید" گوئی۔

یک خندہ ازاں رخ کہ دل آسائے من ست ایں
یک بوسہ ازاں لب کہ تمنائے من ست ایں

حال گردد و مستی حضور مآل-رزقنــــا اللّٰــــہ وایــــاکم والعــــاقبۃ بــــالعــــافیۃ۔

(۱۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء" اللھم اجعل انسی بک ووحشنی عمن سواک" برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ سالک راہر روزے جزوے از قرآن ہر مقداری انشراح یابد۔ تلاوت باید کرد کہ "افضل الاذکار تلاوۃ القرآن" ودر تلاوت شرط وادب بجا باید آورد وآں آنست کہ ترتیل کند "ورتل القرآن ترتیلا" وتفہیم وتدبر کند کہ وعدہ وعید دریابد وامر ونہی بفہمد وایں بعد تجلی قلب متجلی شود کہ عروس چہرۂ قرآن نقاب آنگاہ بکشاید کہ ع

درملک ایمان را مجرد باید یابداز غوغا

وکلام از متکلم داند تا واردات روزی شود۔ چہ مثلاً مہتر موسیٰ را۔ صلوٰۃ اللہ علیہ -استماع کلام از شجرہ شد کہ" انی انااللہ فاعبدنی" اگر ہوش مثل موسیٰ علیہ السلام باشد کہ متکلم کلام راشنا سد داند واگر نشناسد جز از شجرہ بیش نداند واگر داند کہ شجرہ متکلم نیست معنی" بی یسمع" دریابد۔ رزقنااللہ وایاکم -وھکذا غیرالشجرۃ من الناس والدواب وھذاھوالمعنی من الواردات الغیبیۃ" ع "ہمہ گوشم تا چہ فرمائی" حال گردد۔ -رزقنا اللہ وایاکم- تا اسماع از ایں جانب نہ باشد ایں غریب چہ داند و چہ بیند "انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" ناطق است۔ اما طلب "آتیکم منھا بقبس" فرض است تا التفات "فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طویٰ وما تلک بیمینک یاموسی" ندا دردہد استماع حصول پیوندد- رزقنا اللہ وایاکم بحرمۃ حبیبہ-

(۱۹)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

رب ارنا الاشیاء کما ھی

برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ طالب را باید کہ ہمیشہ دریادِ دوست باشد۔ لکاتبہ ؎

ای یاد تو قوت جان عشاق وے عشق تو روح بخش ہر جاں

و ہر چہ بیند تا ذوق باید ہر چہ بینی دوست بیں با این وانت کار نیست

واگر نہ برائے چہ بیند کہ "مارأیت شیئًا الارأیت اللّٰہ فیہ" شاہد است۔ باید کہ تو نباشی۔ چناں چہ ؎

درمیان من و محبوب ہمام است حجاب وقت آن ست کہ آن ہم زمیاں برخیزد

اگر تو ازمیان برخیزی حجاب کجا ماند کہ "دع نفسک و تعال واذ کر ربک اذا نسیت ای نسیت نفسک فی السوانح" تو من شو اگر من تو شوم محبوب باید چہ تو تو کہ عاشقی من شو کہ محبوب گردی عاشق بسیار است واگر من کہ محبوبم تو شدم کہ عاشقی محبوب باید ولا محبوب سوای پس لا باید تا عشق و عاشق و معشوق یکے گردد۔ رزقنا اللّٰہ وایاکم۔ چہ فنا از تو مطلوب است کہ اول فنا بودی آخر ہم فنا باش کہ "النہایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ" واز خود باقی بالذات است "الآن کما کان لم یزل ولا یزال" تو مباش ہم او باشد۔ چناں چہ از مردمکے دیدہ بہ باید آموخت دیدن ہمہ کس را و نہ دیدن خود را چوں خود را نہ بینی ہم او را بینی واگر خود را بینی ہیچ نہ بینی "وجودک ذنبٌ لا یقاس بہ ذنب" تنہائی شرط یکتائی است تا از خود مجرد نشوی با دوست یگانگی نہ بینی در خانہ تو مباش با من چوں تو نباشی معنی "لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القہار" دریابی۔ "اللّٰہ لا سواہ وکان اللّٰہ ولم یکن معہ شئی" بفہمے ۔رزقنا اللّٰہ وایاکم سیدی ربی خلصنی عمن سواک۔

(۲۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء ''اللھم اجعلنی من کلاب العاشقین'' برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ خلقت آدمی برائے عشق است۔ پس عشق باید طلبید نہ دنیا و آخرت کہ ''الدنیا لکم والعقبیٰ لکم والمولیٰ لی''۔ ع ''عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد''۔ ''انا اشتاق الی المدبرین'' ناطق است۔ ہر سستی و نادرستی کہ ہست ازین جانب است ع

ورنہ کہ زد ایں در کہ بر ونکشودند

وازتقدیم ''یحبھم و یحبونہ'' باید دانست کہ مشتے خاک را ازیں جانب ہم چوں التفات باشد وایں بغیر متوجہ شد ''فویل لہ ثم ویل لہ'' پس در کوچہ و بازار جویائے عشق باید بود شاید کہ نصیب شود و ترا از تو رباید و چوں عروس عشقت چہرہ نماید و ترا قابل یابد بدوستی مشرف کند عشق از تو بگیرد و بتو بدہد کہ ''من غلب سلب'' وچہ از تو بگیرد مطلوب خود کہ مدلول سہ حرف است و بتو بدہد مطلوب خود کہ مدلول سہ حرف است باید دانست کہ عین عقل است وش شرم است وق قرار است از تو بگیرد، وع عفت است وش شغف است وقرب است بتو بدہد۔ چہ عاشق را در عشق عقل وشرم وقرار نباشد عفت از غیر او وشغف از و وقرب بدو نصیب شود'' و ھذا ھو النفی و الاثبات'' -رزقنا اللہ وایاکم - چوں از جانبین تسلیم و تسلم شود نسبت قرار گیرد و چوں قرار گیرد عاشق بوصال بودم وساعۃ فساعۃ اورا جوید و نیابد مگر بعد فناء خود کہ '' دع نفسک وتعالِ'' وچوں تو نباشی او باشد وایں جا دم زدن ادب نیست کہ ''من عرف ربہ کل لسانہ ومن عشق وکتم وعف دخل الجنۃ'' کہ ہر کہ عاشق شد و پنہاں داشت کہ مرضی محبوب است خواہد کہ کسے داند نسبت جانبین را ''وعف عن نفسہ'' یعنی از خود عفت یافت کہ در خانہ محبت او نمی گنجد کہ لباس یکتائی ست۔ ''دخل الجنۃ'' کہ موعد دیدار است -رزقنا اللہ وایاکم- وتا عاشق در خانہ خود است روئے محبوب کجا بیند از خانہ برآ و بیں خانہ نفس تست۔

در عشق خدا چہ خانہ دارست مجنوں شو کوہ گیر و بخروش

وکوہ خود علو مرتبہ است از خانہ -رزقنا اللہ وایاکم- اللھم خلصنی عمن سواک بحبیبک

(۲۱)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بعد دعاء ''اللھم ضع علی رأسی تاج المعرفۃ حتیٰ لاعرف غیرک'' بر ضمیر بر ادر دینی مخفی نماند کہ بعد از انے کہ طالب بکوچہ عشق گذر یابد۔ رزقنا اللّٰہ و ایاکم۔ ادب محبوب باید کہ'' التصوف کلہ ادب'' آں کہ خود آں جا نرود کہ شرک است'' وھو اکبر الکبائر'' و چوں بیخود درود۔ رزقنا اللّٰہ و ایاکم۔ آن چہ از اسرار محبوب بیند بملا ندہد۔

عاشق ندہد سر الٰہی بملاہی

کہ ''افشاء سر الربوبیۃ کفر'' و چوں بیخود درفتہ بخود آمد نباید آں چہ بیخود دیدہ بخود گوید چہ اگر خود محرم می بود بیخود چرا می رفت۔ پس لاچار بخود ہم نگوید بے زبان باشد۔

بے زباں شو مکن از راز غم عشق بیاں
کہ دریں مسئلہ تقریر و بیاں چیزی نیست

''وھو حسن الادب'' کہ'' ادبنی ربی فاحسن تادیبی'' ع
مشکل حکایت ست کہ گفتن نمی تواں

بداں کہ موسیٰ علیہ السلام کہ کلیم اللہ بود۔ بیک تجلی ''خر موسیٰ صعقاً'' گشت۔ ''فلما افاق قال انی تبت الیک'' پس چہ بیند و چہ گوید و اگر نصیب شود۔ رزقنا اللّٰہ و ایاکم۔ توبہ از خود بعد افاقہ باید کرد۔ ''قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انی لاستغفر اللّٰہ فی کل یوم سبعین مرۃً'' وھو ھذا الاستغفار استغفرک ربی واتوب الیک''۔ قلم ایں جا رسید و سر بشکست۔ العاقبۃ بالعافیۃ۔ آمین۔

(۲۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم آتِ نفسی تقواھا

برضمیر برادر دینی مخفی نماند کہ "اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک" آں نفس زوجہ تست کہ زیر پہلوئے تست تا آں را دوست نگیری ورام نکنی کار مشکل است از دشمن خانہ چہ تو زن خود راز بون نتوانی کرد از تو چہ کار آید۔ وائے برکس کہ زن او دشمن و بدیگری رام شود کہ شیطان باشد۔ آں چہ کہ در خانہ تست باآں زانی بد بد وتو دانی کہ اہل خانہ را متاع خانہ محافظت می کند حال این باشد خانہ تو خراب نہ ایمان نہ امانت مادر ہمہ خیانت —العیاذ باللہ من ذالک— وازاں زانی فرزند زاید ولد الزنا باشد خناس نام وتو فرزند خود دانی از بے عقلی و غفلت ملک قلب وقالب خراب کند- العیاذ باللہ -پس اگر مرد باشی خود تصرف کنی زوجہ خود را وباز دار از فسق وبگو "یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" واگر نتوانی باری طلاقش دہ وخود بکار خود باش واگر نہ می خواہی کہ بدشمن بدوست رسی زہی بی عقلی کہ امر "دع نفسک وتعال" می شنوی وترک نمی گیری و بہ آں نفس محبت داری کہ نتیجہ دہد وند ہد واگر امروز فردا کنی ہم فریب نفس است کہ اے عزیز! ماضی گذشتہ واستقبال در احتمال ع "حال را باش اے برادر حال را" ہمیں کہ از نفس بریدی بدوست پیوستی کہ ع "یک قدم بر نفس خود نہ دگر بر کوئے دوست"۔ زنہار ہزار زنہار۔

Darul Uloom Rizwiya Badshahiya

At. Tajpur Dargah Sharif, Saran

مکتوبات جمالی، یہ تصوف وطریقت کی ایک بلند پایہ تصنیف اور سرمایۂ ارجمند ہے جو مذہباً اور مسلکاً بلکہ مشرباً بھی دینی ودنیاوی طور پر ایک بیش بہا نسخۂ کیمیا سے کم نہیں۔ حقیقت ومعرفت کے اسرار ورموز کی پردہ کشائی نہایت سہل اور عام فہم انداز میں کی گئی ہے۔ بزرگوں کی عالمانہ روش اور ادبی ذوق کے تحت اکثر قرآن وحدیث کے حوالوں سے مستند اور فارسی کے برمحل اشعار سے مزین ہے۔

کتاب کے مصنف حضرت جمال الحق بندگی شیخ مصطفیٰ عثمانی جون پوری ثم پورنوی ہیں۔ آپ اپنے عہد کے جید عالم وفقیہ، عظیم داعی ومبلغ، باکمال عارف وصوفی اور صاحب ولایت بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت موضع سکلائی ضلع لکھنؤ میں تقریباً ۹۷۰ھ میں ہوئی۔ بیعت وخلافت حضرت شیخ محمد بن نظام الدین امیٹھوی سے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں حاصل تھی۔ جون پور سے ہجرت فرمانے کے بعد آپ محلّہ چمنی بازار پورنیہ (بہار) میں مقیم ہوئے، وہیں اپنی خانقاہ تعمیر کی جو "خانقاہ مصطفائیہ" کے نام سے معروف ہے۔ چمنی بازار میں ہی ۲۰؍ذی الحجہ ۱۰۳۸ھ میں واصل بحق ہوئے اور وہیں آپ کی تدفین بھی ہوئی۔ آپ کا آستانۂ عالیہ گیارہویں صدی ہجری سے آج تک مرجع خلائق اور مصدر فیوض وبرکات ہے۔

(پروفیسر) سید شاہ طلحہ رضوی برقؔ

SHAH ABDUL ALEEM AASI FOUNDATION
Samar Apartment, R-197, 401, Street No. 6, 20 Feet Road
(Near Transformer), Jogabai Extn., Jamia Nagar
Okhla, New Delhi-25, Mob.: 9911239401
E-mail: aasifoundation@gmail.com, www.aasifoundation.org